

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عیسائیوں کی بت پرستی

از قلم

محقق مسیحیت، محمد اسلم رانا کولڈ میڈلٹ

اسلامی مشن سنٹر نگر لاہور

عیسائیوں کی بت پرستی :	نام کتاب
محمد اسلم رانا گولڈ میڈلسٹ :	مصنف
اسلامی مشن سنت نگر، لاہور	ناشر
شاہ اینڈ سنز پرنٹرز، لاہور	مطبع
۱۔ جمس گرافکس :	کیوزنگ
15- رابرٹس روڈ، نیلا گنبد، لاہور۔ فون: 320521	باراول
: جولائی 1994ء	قیمت
: 15 روپے	

عیسائیوں کی بت پرستی فہرست عنوانات

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
	چوتھا باب		حصہ اول
۳۸	موجودہ مسیحیت یونانی بت پرستی ہے		پہلا باب
۳۹	مسیح کا مشن		بت پرستی کسے کہتے ہیں
۴۰	اصل مسیحی	۶	
۴۲	پولوس		دوسرا باب
۴۳	موجودہ مسیحیت نیا مذہب		شبیبوں اور بتوں کی پوجا
۴۶	مسیحیت یونانیت ہے	۱۲	گردوغبار میں حضرت عیسیٰ کی شبیہ
۴۷	مسیحیت کی یونانی خصوصیات	۱۲	حضرت مریم کی زیارت
	پانچواں باب	۱۳	یہودی مکاشفہ
		۱۵	مسیحی مکاشفہ
۵۲	عیسائی ٹھیکہ بت پرست ہیں	۱۸	حرف آخر
۵۲	تثلیث پوجا	۲۲	تیسرا باب
۵۳	مریم پرستی		عیسائیت بت پرستی میں تبدیل ہوتی ہے
۵۳	یوسف پرستی	۲۴	قسطنطین کی تبدیلی مذہب
۵۴	اولیاء پرستی	۲۵	قسطنطین کے قبول مسیحیت کی حقیقت
۵۵	تبرکات پوجا	۲۷	عیسائیت کی بت پرستی
۵۵	صلیب پوجا	۳۰	
۵۶	معجزہ نمابت		
۵۷	تصویر پرستی		

تیسرا باب

صفحہ

۸۸

کیتھولک بت پرستی کی وکالت

صفحہ

۵۸

عیسائیت 'نئی بت پرستی

چوتھا باب

۵۹

عیسائیت یونانی فلسفہ

۹۱

مریم کا صعود آسمانی

۶۱

مسیحیت کی بت پرستی کا اعتراف

۹۶

کیا مریم نے وفات پائی تھی

۶۳

ایک تفسیر ایک اعلان

۶۴

عیسائیوں کی بت پرستی پر دو عیسائی

پانچواں باب

گواہیاں

۹۸

پروٹسٹنٹ مسیحیوں کی بت پرستی

حصہ دوم

چھٹا باب

پہلا باب

۱۰۳

مریم پرستی پر پروٹسٹنٹ اور کیتھولک

۶۷

مقام مریم

اتفاق

۷۰

مسح کے بھائی اور بہن

۷۱

صعود مریم

ساتواں باب

۷۳

سال مریم

۱۰۷

ہائیل میں قدیم بت پرستیاں

۷۴

مریم پوجا

۷۶

مریم سے دعائیں

آٹھواں باب

دوسرا باب

عیسائیت باطنی بت پرست مذہب ہے ۱۱۱

۷۹

کیا بت پرستی یہی نہیں ہے (۱)

۸۴

کیا بت پرستی یہی نہیں ہے (۲)

عیسائیوں کی بت پرستی

تعارف

پہلا حصہ پانچ ابواب پر مشتمل ہے اس میں مرحلہ وار بتایا گیا ہے کہ مسیحیت، اپنی اصل یہودیت سے، بت پرستی میں کیسے تبدیل ہوئی؟ دوسرے حصہ میں عیسائیوں کی بت پرستیاں واضح کی گئی ہیں۔ انداز بیان تحقیقی اور مستند ہے، موضوع زیر بحث کا علمی انداز سے جائزہ لیا گیا ہے۔

احباب اپنے مشوروں، آراء اور علمی کوتاہیوں سے مطلع فرمائیں۔

محمد اسلم رانا

۱۵ جون ۱۹۹۴ء

دفتر ”المذاہب“ ملک پارک شاہدرہ لاہور

عیسائیوں کی بت پرستی

حصہ اول

پہلا باب

بت کسے کہتے ہیں؟

بتوں کی حقیقت اور بت پرستی کا حدود اربعہ جاننے کی غرض سے ہم نے قدیم مصری، بابلی، کلدی، یونانی، رومی، فلسطینی، چینی، جاپانی، ہندو، بدھ، جینی، یہودی، عیسائی، عربی اور ایرانی بت پرستوں کا مطالعہ ضروری خیال کیا ہے۔

بت (Idol) مجسمہ یا مورتی (Statue) کسی شے سے بنائی ہوئی کسی چیز کی ہو ہو جسمانی شکل کو کہا جاتا ہے۔ کسی بھی چیز کی شبیہ (Image) یا نشان (Symble) جس کی ذوق و شوق سے عبادت کی جائے، وہ شے خواہ مادی ہو یا خیالی بت کہلاتی ہے۔ سادہ الفاظ میں کسی بت کی تعظیم، محبت، پوجا یا عبادت کو بت پرستی کہتے ہیں۔ عموماً کسی حقیقی یا فرضی اعلیٰ طاقت کی پرستش کی جاتی ہے۔ وہ طاقت جلتار ہو سکتی ہے (مثلاً انسان، جانور یا تنظیم) یا بے جان (مثلاً کوئی قوت یا قدرت کی بے جان شے)۔ بت پرستی کی بالعموم کوئی شکل، تقریب یا رسم ہوتی ہے۔ عربی میں صنم تراشے ہوئے بت، وشن تصور اور انصاب پتھر کے بتوں کو کہتے ہیں۔

انسان ایک تنکا بھی تو خلق نہیں کر سکتا۔ لیکن تاریخ کے مختلف ادوار

میں اس نے آسمان، سورج، چاند، ستاروں اور ان کی روشنی، زمین، آگ، پانی، دریا، تلاب، پہاڑ، گائے، بیل، بکری، مچھلی، مینڈک، سانپ، سُر، کتے، کبیریلے، درختوں، درختوں کے لٹ اور ستون تک ہزاروں اور لاکھوں نہیں کروڑہا خدائی مخلوقات کو خدا بنائے رکھا ہے اور یہ رنجہ صورت حال تاحال جوں کی توں قائم و دائم ہے۔

بت، مجسمے اور مورتیاں مٹی، پتھر، پیتل، سونے، مسالے، لکڑی، کانڈے، مٹھائی کے بنے ہوتے ہیں۔ بت ہاتھوں کے ہاں دیواروں اور ستونوں پر نقوش (Paintings) کھدی ہوئی (Carving) اٹھری ہوئی (Relief) اور تختی پر بنی ہوئی شکلیں (Icon) بت ہی شمار کرتے ہیں۔

مصری بت پرست مملکت **مصر** اندروں اور گنبدوں کی دیواروں پر نقوش بناتے تھے۔ **مصر** میں **مصر** کے ہندرات سے ہورس دیوتا کے نقوش دریافت ہوئے ہیں۔

اس دیوتا کا جسم اسلی **میں** نقاب کا ہوتا تھا۔ ہورس آسمان کا دیوتا تھا۔ زیریں مصر میں اس کی **پوجا** کی جاتی تھی۔ مصر کے بادشاہ دیوتا اور لوگوں کے درمیانی سمجھے جاتے تھے۔ اب۔ ابھری ہوئی تصویر میں ہورس کو شاہ مصر مسلی پلوٹھیسی سے باتیں کرتے دکھایا گیا ہے۔ کبھی ہورس دیوتا کو مگر مجھ کھلتے اور سانپ اور بچھو پکڑے ہوئے دکھایا جاتا تھا۔ ایک روایت کے مطابق ہورس نے اپنے باپ اور اوسر دیوتا کے قتل کا بدلہ لینے کی ٹھانی تو قاتل سیٹ دیوتا نے اسے سانپ میں تبدیل کر دیا۔

چمن میں بت پرستی (Idolatory) کو بدھ مت نے رواج دیا۔ چینی بت

بناتے ہیں۔ اس کی تقدیس کے لئے تقریب منعقد ہوتی ہے۔ اس تقریب میں آنکھوں کی پتلیاں کھولی جاتی ہیں۔ پھر سمجھتے ہیں کہ اب دیوتا اس بت میں آگیا ہے۔ اس مقصد کے لئے کبھی بت کی پشت پر رکھے سوراخ کے ذریعے اس میں کوئی کیڑا داخل کرتے ہیں یا مجسمہ کی چھاتیوں پر مرغ کا خون ملتے ہیں۔

چینی مذہب میں عام لوگوں کا اعتقاد ہے کہ دیوتا بت میں مستقل طور پر رہتا ہے۔ بعضوں کے نزدیک کہیں مصروف ہوتا ہے۔ پوجا کے وقت گھنٹی بجانے یا بھجن گانے سے حاضر ہوتا ہے۔ ایسے لوگ بھی ہیں جو سمجھتے ہیں کہ بت ناویدہ قوت کا مادی نشان ہے۔

کسی مصیبت (مثلاً وبا، سیلاب، قحط) کے وقت بت کو متاثرہ مقام پر لے جا کر بہ آواز بلند اس کے حضور دعائیں کرتے، کبھی کبھار جلد شنوائی کے لئے اس کی پٹائی بھی کی جاتی۔ زمانہ جاہلیت میں ایک عرب نے آہ و زاری کرتے کرتے تیروں کا گٹھا اپنے بت کے منہ پر دے مارا تھا کہ تیرا بیٹا مر گیا ہو تو تجھے پتہ چلے کہ پھر کیا بھلاؤ بکتی ہے۔ فلسطین میں بھی دیوتا کی عید کی رات جب نوجوان موڈ میں ہوتے تو بطور شغل اٹھتے اور شہر کے بتوں کا عضو مخصوص کٹ لاتے۔

مقدس واقعات کی تصاویر (Ima-ges) کا استعمال ہندوؤں، یہودیوں اور عیسائیوں میں عام ہے۔

ہندوؤں کے ہاں درختوں کی دیوی کی مورتی کھدائی کی شکل میں ملتی ہے۔ ہندو اپنی عیدوں میں مٹھائی کے بت بنانے، انہیں پوجتے اور اختتام پر

چٹ کر جاتے ہیں۔

سکھ مت میں باقاعدہ بت نہیں ہوتے۔ البتہ گوردواروں کی دیواروں پر بلبا گورونانک دیوجی کو ان کے دائیں بائیں خاص خدام کے ہمراہ اچھل چل میں دکھایا جاتا ہے۔ سکھوں کے گھروں میں ان کے گوروؤں اور صاحب بابا جی اور گورو بند سنگھ کی تصاویر ضرور دیکھنے میں آتی ہیں۔

بت آسمانی ہستیوں کی مثالیں ہیں۔ اور مندر دیوتاؤں کے آسمانی محلات کی نقلیں، رسومات اور عبادات آسمانی دربار میں منعقد ہونے والی تقریبات کی مشابہت ہیں۔ یہودیوں کو مشرق وسطیٰ کے مذاہب کے خط و خال اپنانا منع نہیں تھا۔ یروشلم کا مندر مرکز تھا۔ جہاں خدا نے اپنا نام رکھا تھا اور لوگوں سے ملاقات کرتا تھا۔ بائبل میں بعض مقامات پر اسے آسمان کے مقابل دکھایا گیا ہے۔ جہاں وہ "سکونت کرتا تھا" (بائبل۔ اول سلاطین ۸ : ۲۷-۲۸) ہیکل کا پیشرو صحرائی مقدس اس نمونہ پر بنایا گیا تھا جو خدا نے موسیٰ کو کوہ سینا پر دکھایا تھا۔ وہ خدا کے آسمانی سکونت خیمہ کی نقل تھی (خروج ۲۵ : ۹) بائبل کا تصور یہ ہے کہ نادیدہ خدا ہیکل کے خاص الخاص حصہ میں دیدنی تخت پر سے حکومت کرتا ہے۔

یونانی، روسی اور رومن کیتھولک عیسائی، مسیح کنواری مریم یا کسی ولی کی بنی ہوئی خوبصورت تصویر (Icon) کو بوسہ دیتے ہیں اور اپنی عبادت میں خشوع و خضوع پیدا کرنے کی غرض سے کسی ایسی تصویر کو ہاتھوں میں رکھتے ہیں۔ اس کے سامنے گھٹنوں کے بل جھکتے ہیں اور بخور جلاتے ہیں۔ بہت سی تصاویر کے بارے میں دعویٰ ہے کہ ان سے معجزات سرزد ہوتے ہیں۔

یونانی گرجاؤں میں پوری کے کھڑا ہونے کی جگہ اور عبلوت گاہ کے اندرونی حصہ کے درمیان پردہ پر تصویر بنی ہوتی ہیں۔ فریموں میں جی ہوئی ایسی تصویر کیتھولک مسیحیوں کے گھروں کے اندر پاکستان میں بھی دیکھی جاتی ہیں۔ پروٹسٹنٹ مسیحی فرقوں میں بھی مسیح اور مریم کے بتوں اور مجسموں سے معجزات کا تصور مانا جاتا ہے۔

بائبل میں صاف حکم ہے کہ ”تو اپنے لئے کوئی تراشی ہوئی مورت نہ بنانا“ نہ کسی چیز کی صورت بنانا جو اوپر آسمان میں یا نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے پانی میں ہے۔ تو ان کے آگے سجدہ نہ کرنا“ نہ ان کی عبلوت کرنا“ (خروج باب ۲۰) ”آہم یہودی عبلوت گاہوں میں مقدس تصاویر موجود ہوتی ہیں۔ ڈیورا یورڈیس شہر میں یہودی مسجد کا ایک منظر۔ بائبل کی کتاب حزقی ایل باب ۳۷ کا سین ہے اوپر کے حصہ میں نظر آنے والے چاروں ہاتھ خدا کے ہیں۔

مسیحی گرجا گھر، مقدسین، مشاہیر، مسیح، مریم اور ہماروں کی تصویروں، بتوں اور دیواروں اور ستونوں پر ابھاروں سے مزین ہوتے ہیں۔ مختلف واقعات کی یادگاریں بھی بنی ہوتی ہیں۔

عیسائی پادری، راہبین، راہبات اور مذہبی شخصیات کے گلے میں دھات کی بنی ہوئی صلیب اور مسیح مصلوب دیکھا جاتا ہے۔ پوپ روم کے عصا کے اوپر باقاعدہ الگ بنا ہوا مسیح مصلوب ممتاز ہوتا ہے۔

مذہبی اقوام کا حال آپ پڑھ چکے۔ یورپ میں پندرہویں صدی عیسوی میں اٹھنے والی نام نہاد ”تحریک احیاء علوم“ یونانی بت پرستی، یونانی مذہب،

یونانی بت پرست ادب اور یونانی رومی بت پرست ثقافت اور تہذیب و تمدن کا احیا اور ترویج و ترقی تھی جس کے زیر اثر آج یورپی اور امریکی ممالک بت خانوں میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ ہر اہم عمارت، سڑک، چوک، سکول، کالج، یونیورسٹی، مل، فیکٹری، کارخانہ، دفتر، ادارہ کیا اندر سے کیا باہر سے مذہبی شخصیات اور قومی مشاہیر کے بتوں سے بھرا پڑا ہے۔ نیویارک میں اقوام متحدہ کے دفاتر کے سامنے الف ننگا مردانہ بت نسل انسانی کا منہ چڑا رہا ہے۔

بت پرستی دراصل یہ تھی کہ پجاری نادیدہ خدا، قوت یا پوجی جانے والی ہستی کی صورت ذہن میں حاضر کرنے کے لئے اس کی مزعومہ مورتی آگے رکھ لیتے تھے۔ ہندو آج بھی اپنی بت پرستی کی یہی توجیہ پیش کرتے ہیں بعد میں آگے والے اس بت کو ہی جلو ماویٰ اور اصل قوت کا مالک سمجھ بیٹھے!

خوب جاننا چاہئے کہ دیوتا کا اصل وجود کوئی نہیں ہوتا۔ کسی بھی دیوتا کو کبھی بھی کسی نے دیکھا نہیں تھا۔ دیوتا وہی اور قیاسی اور فرضی ہستیاں اور صورتیں ہوتی تھیں۔ مثلاً یونانی قرار دے دیا کہ بار آوری کے فلسطینی دیوتا بعل کی شکل انسان ایسی ہے۔ خدا داڑھی والا بڈھا بابا ہے۔ بہت نیک اور قابل احترام شخصیت کو بھی دیوتا کہہ لیتے ہیں۔ میں نے لندن میں ایک سکھ کو دوران گفتگو یہ کہتے سنا بھی اس کی کیا بات ہے! وہ تو دیوتا ہے، دیوتا!! دور کیوں جائیں اسی سال، مارچ ۹۴ء کے دنوں جبکہ میں بھارت میں اپنے آبائی گاؤں گیا ہوا تھا سکھ مجھے ”دیوتا جی“ کہہ عزت بخشے تھے!

جو شخص مسلمانوں کو چچیوں، پٹھانوں، سندھووں، سرائیکیوں، بلوچیوں میں بانٹتا ہے وہ مسلمانوں کا دشمن ہے۔ ہندوؤں کا ایکٹ ہے۔

شبھیوں اور بتوں کی پوجا

پس منظر سے لاعلمی کی وجہ سے بعض خبریں اخبار بین طبقہ کی نظروں میں کماحقہ 'مقام نہیں پاسکتیں ایسے دو تراشے ہدیہ قارئین ہیں:

(۱) "گردوغبار میں حضرت عیسیٰ کی شبیہ"

نیویارک (انٹرنیشنل ڈیسک) امریکی ہفت روزہ جریدہ "ورلڈ نیوز" نے دعویٰ کیا ہے کہ یکم فروری کو صومالیہ کے دارالحکومت موغادیشو کے مغرب میں ریت اور غبار کے بگولے میں یسوع مسیح کی شبیہ دکھائی دی۔ ۹ میل پھیلے اس طوفان سے آسمان کی طرف اٹھنے والے گرد کے بادل میں کئی سو فٹ بلند شبیہ دکھائی دی جسے ہزاروں صومالی باشندوں کے علاوہ امریکی فوجیوں نے بھی دیکھا شبیہ دیکھتے ہی لوگ جدے میں گر گئے۔ ایک نوجوان امریکی فوجی نے اس شبیہ کی تصویر بھی بنالی۔

حکام نے امریکی فوجیوں کو اس واقعہ کے بارے میں اخبار نویسوں کو کچھ بتانے سے روک دیا ہے۔ تاہم ورلڈ نیوز کے مطابق ۱۹ سالہ امریکی فوجی جس نے اس شبیہ کو دیکھا اور تصویر بنالی نے بتایا کہ وہ کوئی مذہبی شخص نہیں لیکن جیسے ہی شبیہ نظر آئی میں نے پہچان لیا کہ یسوع مسیح کی شبیہ ہے۔ دوسرے لوگوں کا بھی کہنا ہے کہ شبیہ کے خدوخال عیسائیوں کی کتابوں میں دی گئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصاویر سے ملتے جلتے

تھے۔ امریکی فوجی نے بتایا یہ شبیہ پانچ منٹ تک دکھائی دیتی رہی۔ لوگ اس طرح سجدے میں گر گئے جس طرح قیامت آگئی ہو۔ اس کے بعد لوگوں نے چلانا شروع کر دیا۔ ورلڈ نیوز کے مطابق صومالی اخبارات نے بھی لکھا ہے کہ ہزاروں صومالی باشندوں نے بھی حضرت عیسیٰ کی شبیہ دیکھی۔ صومالیہ جہاں اکثریت مسلمانوں کی ہے اس شبیہ کو خدا کے پیغمبر حضرت عیسیٰ کی حیثیت سے شناخت کیا۔ عیسائی مذہبی پیشواؤں کا کہنا ہے کہ یسوع مسیح صومالیہ میں بھوک کے شکار لوگوں اور امدادی کارروائیوں میں مصروف امریکی فوجیوں کو امید کا پیغام دینے آئے تھے۔ پوپ جان پال نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ یسوع مسیح کی شبیہ کا ظاہر ہونا دراصل خداوند کی طرف سے کہ ارض پر بسنے والے تمام انسانوں کو ایک دوسرے کی مدد کرنے کی ہدایت کی ہے۔ پوپ نے واقعہ کے ایک گھنٹہ بعد اس کی مکمل تفتیش اور تحقیقات کا حکم دیدیا۔ روم میں ڈکشن حکام نے دعویٰ کیا ہے کہ یسوع مسیح کی شبیہ نظر آنے کے بعد مختلف معجزات بھی ہوئے“ (مسیحی جریدہ ”شاداب“ لاہور مارچ ۱۹۹۳ء)

(۲) ”حضرت مریم کی زیارت“

”فیلا (ڈپ ا) فلپائن کے شمالی قصبہ آگو میں کیتھولک مسلک کے ہزاروں عیسائی زائرین حضرت مریم کا دیدار کرنے کی غرض سے جمع ہو رہے ہیں۔ قصبہ کو جانے والے تمام راستے ٹریفک سے بند ہو گئے۔ پولیس ذرائع کے مطابق درجنوں افراد بے ہوش ہو گئے، اس جگہ پر چرچ کے ایک ۱۵ سالہ لڑکے نے دعویٰ کیا کہ اسے ۱۹۸۹ء سے ہر ماہ کے پہلے ہفتہ میں حضرت

مریم کا دیدار ہوتا ہے۔ رومن کیتھولک چرچ کے نمائندوں نے اس اطلاع پر انتہائی برہمی کا اظہار کیا ہے۔ میلا کے آرچ بشپ نے زائرین کو ہدایات دی ہیں کہ اگر آپ بھوکے ہیں تو کھانا کھا کر مجوزہ جگہ جائیے۔ آپ ہمیشہ حضرت مریم کا دیدار کریں گے۔

”بی بی سی کے مطابق شمالی فلپائن میں آگو کے مقام پر ہزاروں رومن کیتھولک عیسائی ”حضرت مریم“ کے دیدار کی امید میں جمع ہو رہے ہیں۔ حضرت مریم کے ظہور کی پیش گوئی کو مزید تقویت اس افواہ سے مل رہی ہے کہ شہر میں حضرت مریم کے مجسموں میں سے ایک کی آنکھوں سے خون کے آنسو بہہ رہے ہیں۔ ادھر ان افواہوں پر بعض لوگوں نے نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا ہے کہ مقامی سیاستدان سیاحت سے آمدنی میں اضافہ کے لئے یہ افواہیں پھیلا رہے ہیں۔“

”فلپائن کے قصبہ آرگو میں قریباً ایک لاکھ رومن کیتھولک ”حضرت مریم“ کی زیارت کے لئے آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔“ (فوٹو)

فلپائن کے قصبہ آرگو میں جوڈیل نوا پلوری کے ساتھ ”حضرت مریم“ کی زیارت کے لئے دعا کر رہا ہے۔ نوا کا دعویٰ ہے کہ اسے ۱۹۸۹ء سے ہر ماہ کے پہلے ہفتہ کو حضرت مریم کی زیارت ہوتی ہے“ (فوٹو)

”ایک نامعلوم رومن کیتھولک نوجوان تسبیح ہاتھ میں ڈالے ”حضرت مریم“ کی زیارت عکس بند کرنے کے لئے فلپائن کے قصبہ آرگو میں وڈیو کیمرہ تھامے ہوئے“ (فوٹو)

”فلپائن کے قصبہ آرگو میں ایک لاکھ کے قریب رومن کیتھولک

”حضرت مریم“ کے لکڑی کے مجسمہ کی زیارت کے لئے اکٹھے ہوئے۔ ان کا اعتقاد ہے کہ وہ حضرت مریم کا دیدار کر سکیں گے اور آسمان پر سورج کو ناپچتا ہوا دیکھیں گے۔ اس اعتبار سے یہ قصبہ مذہبی مقام کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔“ (فولٹو) (روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور ۹۳-۷۳)

مسیحیت مسیح پوجا کا مذہب ہے۔ بھی مسیحی مسیح پوجا پر متفق ہیں۔ پروٹسٹنٹ فرقے مسیح کو پوجنے پر زیادہ زور دیتے ہیں۔ جبکہ مریم پوجا رومن کیتھولک مسیحوں کا طرہ امتیاز ہے۔ جزائر فلپائن کی ۹۵ فیصد آبادی رومن کیتھولک ہے۔

بت پرستوں کو شبیہیں نظر آنے اور ان کے بتوں کی آنکھوں سے آنسو بننے اور بتوں سے معجزات سرزد ہونے کی خبریں سننے میں آتی رہتی ہیں اب ہم بائبل، مسیحی لٹریچر اور تاریخ کلیسیا کی روشنی میں اس مسیحی رجحان کی بنیادوں کی تلاش میں نکلتے ہیں۔

یہودی مکاشفہ: ”قاموس الکتاب“ میں لکھا ہے۔

Apocalyptic یونانی لفظ کا مطلب مخفی بات کو ظاہر کرنا ہے۔ اس ادب کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) مستند یا الہامی (۲) غیر مستند یا غیر الہامی۔ پہلی قسم میں دانی ایل اور مکاشفہ کی کتابیں ہیں۔ دوسری قسم وہ ہے جو پہلی اور دوسری صدی قبل مسیح اور پہلی صدی عیسوی میں عام تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب یہودیوں پر بہت ظلم ڈھائے جاتے تھے اور وہ کسی قسم کی ایذا رسانی کا شکار ہوتے تھے۔ لیکن کوئی نبی لوگوں کی ہدایت کے لئے مبعوث نہیں ہوا تھا۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے بعض مصنفین نے روایات اور علامتی

تصویروں کے ذریعے عوام کو پیغام پہنچایا۔ جو وہ سمجھتے تھے کہ ان پر ظاہر کیا گیا ہے۔ ان رویاؤں میں فرشتوں اور علامتی جانوروں کا اکثر ذکر آتا تھا اور ان کا طرز تحریر دانی ایل اور مکاشفہ کی کتابوں سے ملتا جلتا تھا۔ یہودیوں کی ہمت اور دلجمعی کی خاطر ان کی اس امید کو زندہ رکھا جاتا تھا کہ خدا اپنے بندوں کو بچانے کا انتظام کر رہا ہے اور موجودہ نظام حکومت جلد ہی تہ و بالا کر دیا جائے گا۔ یہ گم نام مصنف اکثر اپنی تصنیف کو سند دینے کے لئے کسی گزشتہ بزرگ کے نام منسوب کر دیتے تھے مثلاً حنوک یا نوح سے۔

دیگر مکاشفاتی کتابوں کے نام یہ ہیں۔ ”یوبلیوں کی کتاب“ بارہ بزرگوں کا عہد نامہ۔ عزرا کا مکاشفہ۔ باروک کا مکاشفہ اور غیبی آواز“ (قاموس الکتاب صفحہ ۴۴ کالم ۲)

ڈکشنری میں لکھا ہے ”جدید وقتوں میں مکاشفہ کی اصطلاح سے مراد خاص ادبی شکل ہے۔ جس میں کوئی آدمی ایک یا زیادہ آسمانی ہستیوں سے مکاشفہ وصول کرتا ہے۔ ان کتابوں میں آسمانی دنیا اور نئے مستقبل کی باتیں ہوتی ہیں۔“

(Har per's Bible Dictionary ; P.868)

بائبل میں کتاب دانی ایل مکاشفاتی لٹریچر ہے۔ زیادہ کتابیں بائبل میں شامل نہیں ہیں۔ ۱۔ حنوک، ۲۔ عزرا، ۳۔ باروخ، جو بلیز اور ابراہیم کا مکاشفہ۔ پہلی صدی عیسوی کے بعد یہودیوں میں اس صنعت کو زوال آگیا لیکن مسیحیت میں قرون وسطیٰ تک اس کا زور رہا“ (Har per, P.35)

پادری ڈملو رقم طراز ہیں ”مکاشفاتی کتابیں اس زمانہ میں لکھی گئیں

جب لوگ تکلیف میں تھے کیونکہ انبیاء کی طرف سے اچھے وقتوں کے وعدے پورے ہوتے نظر نہیں آتے تھے“ (تفسیر ڈیٹلو صفحہ ۶۵ کالم ۱)
 پروفیسر ڈاکٹر بریٹن کی تحقیقات حسب ذیل ہیں:

”اب مکاشفہ بنیادی طور پر بت پرستوں کے مظالم سے یہودیوں کی نجات سے متعلق تھا۔ خدا نے یہودیوں کو فلسطین میں بسا کر ابراہیم کے ساتھ کیا گیا اپنا وعدہ پورا کر دکھایا تھا۔ بعد کے مصائب (مثلاً بابل کی اسیری) خدائی مشن کے خلاف سمجھے جاتے تھے۔ بعد کے انبیاء نے خدا کی وکالت میں یہودی مصائب کو ان کے گناہوں کی سزا بتایا اور مستقبل میں بحالی کی امیدیں دلائیں۔ کتاب دانی ایل مکاشفاتی ادب کی اولین مثال ہے۔ جو شائد انتوکس ایفے نیز کے مظالم (۱۷۵ تا ۱۲۳ قبل مسیح) کے دوران لکھی گئی تھیں۔ اس وقت پھر مکاشفاتی ادب میں اضافہ ہونے لگا۔ ایسی کتابیں لکھ کر قدیم ہستیوں کی طرف منسوب کر دی جاتی تھیں“ (P.90, Col.2 Dictionary,

یعنی یہودیوں میں ایسی کتابیں اس دور میں لکھی گئیں جب قوم پر شدید مایوسیاں طاری تھیں۔ ہوشیار اور زیرک افراد امید افزا کتابیں تحریر کر کے قدر و منزلت بڑھانے کی غرض سے انہیں بڑی بڑی قدیم شخصیات کی طرف منسوب کر دیتے تھے۔ حقیقت کچھ نہیں ہوتی تھی۔

اس ضمن میں یہودی ذہنیت کے انکشاف میں ایک امریکی دانشور ساؤل کیسلز کے یہ الفاظ آب زر سے لکھنے کے قابل اور بڑے گہرے اور دور رس نتائج کے حامل ہیں ”ایک شخص دوسرے کو جو سب سے قیمتی تحفہ دے سکتا

ہے وہ ہے امید کا تحفہ۔ ناامیدی بیکی لاتی ہے۔ سب لوگوں میں سے صرف یہودیوں نے شکست پر فتح پانے اور مایوسی کو تسخیر کرنے کا گر پایا ہے۔ جب سب امیدیں ٹوٹی نظر آتی تھیں تو ہم نئی امیدیں گھڑ لیتے تھے۔

(Dictionary of the Jewish Religion : 1979, P.Vii)

مسیحی مکاشفہ : ابتدائی مسیحی، یہودی (یا بت پرستوں میں سے) تھے۔ جن میں بت پرستانہ ذہنیت کارفرما تھی۔ جب ان پر مظالم ہوئے تو انہوں نے حسب سابق مکاشفاتی کتابیں لکھیں۔ مسیحی بائبل کی آخری کتاب ”یوحنا عارف کا مکاشفہ“ ہے اس کے تعارف میں ”قاموس الکتاب“ رقم طراز ہے! ”یہ روایات اس زمانہ میں دی گئیں جبکہ شدید ایذا رسانی کے باعث کلیسیا بڑی مصیبت میں تھی اور ان کا مدعا یہ تھا کہ خدا کے لوگوں کو تقویت پہنچائی جائے تاکہ وہ ان سے بھی سخت آزمائشوں کا مقابلہ کر سکیں جو کہ ہنوز ان پر نازل ہونے والی تھیں“ (صفحہ ۹۳۵ کالم ۲)

اکثر علماء کا خیال ہے کہ مکاشفہ کا مصنف، یوحنا، شاگرد مسیح تھا، لیکن دشمنی اس کی مخالف ہے۔ چنانچہ لکھا ہے ”کتاب مکاشفہ کا مصنف کوئی اور یوحنا ہے۔ اس کی تصنیف اس لئے محفوظ رکھی گئی تھی کہ ابتدائی مسیحی اسے نبی سمجھتے تھے اور اس کی کتاب خدا کی مرضی کا سچا اظہار تھی۔“

(Harper, P.868)

مسیحی مکاشفاتی ادب کی جعلی کتابیں یہ ہیں (۱) پطرس کا مکاشفہ (۲) پطرس قبطی کا مکاشفہ (۳) پولوس کا مکاشفہ (۴) یعقوب کا پہلا مکاشفہ (۵) یعقوب کا دوسرا مکاشفہ (۶) یوحنا کا مکاشفہ (۷) یسوع مسیح کا سوفیا (۸) فلپ

کے نام پطرس کا خط (۹) مریم کا مکاشفہ۔ مسیحی ان مکاشفات کو الہامی اور خدائی کلام نہیں مانتے۔ (Harper, P.39, Col.2)

مسیحی مکاشفہ بھی بالکل انہیں حالات میں لکھا گیا تھا۔ پادری ڈملو کے الفاظ میں ”مسیح نے ہمیشہ ساتھ رہنے کا وعدہ کیا تھا۔ مسیحیوں پر رومی مظالم کا سلسلہ ختم ہونے کا نام نہیں لیتا تھا۔ مسیح نے دوبارہ آنے کو کہا تھا۔ لوگ اس کی آمد کا بہ شدت تمام انتظار کرتے تھے تاکہ وہ انہیں نجات دلائے لیکن ان کی امیدیں ڈوبتی نظر آتی تھیں۔“ (تفسیر ڈملو صفحہ ۱۰۶۶ کالم ۱)۔

اس موقع پر ڈکسنری کے یہ الفاظ غور سے پڑھے جانے چاہئیں ان کی زبردست اہمیت کے پیش نظر اہم اصل انگریزی الفاظ بھی درج کرتے ہیں شاید کوئی دل سوچنے پر مجبور ہو جائے!

”مکاشفاتی تصورات نے مسیح کے مرکز جی اٹھنے اور مسیح کی آمد ثانی کے ابتدائی مسیحی عقائد کی تعمیر میں بنیادی کردار ادا کیا تھا۔“

(A-pocalyptic Ideas played a crucial role in the formation of early Christian beliefs in the resurrection and second coming of Christs (Harper, P.36)

جرمنی سے مارٹن لوتھر، سکاٹ لینڈ سے ڈونلگی اور ہالینڈ سے کالون نے مسیحیت میں اصلاح کے لئے آواز اٹھائی۔ مارٹن لوتھر کو تحریک اصلاح کلیب Reformation کا بانی کہا جاتا ہے۔

جیسا کہ اوپر تحریر کیا گیا ہے عیسائیوں نے پون درجن کتابیں رد کر کے ”یوحنا عارف کا مکاشفہ“ الہامی، مستند، مقدس اور خدا کا کلام قرار دیا تھا۔

تاہم اس کتاب کا الہامی ہونا ہمیشہ سے اختلافی مسئلہ رہا ہے۔ گریگوری نازین، کرائی سوسٹوم اور تھیوڈور ایسے فضلاء بزرگ مکاشفہ کو مقدس نہیں سمجھتے تھے۔ مشرق میں اس کتاب کو چھٹی صدی عیسوی کے بعد قبول کیا گیا تھا“ (فشر ۱۳۹) لوتھر اور زونگی دونوں کے نزدیک کتاب مکاشفہ بائبل میں شامل نہیں تھی۔ کالون نے اس پر مطلق توجہ نہ دی۔ (Park Fisher, 1888, P.439)

ڈپلو لکھتے ہیں ”اس کتاب کو رفتہ رفتہ عام مقبولیت حاصل ہوئی اور سمجھنے میں مشکل کی وجہ سے جدید ادوار میں باقی مسیحی کتب مقدسہ کی سی مقبول نہیں رہی۔ شروع شروع میں لوتھر اس سے سخت بیزار تھا۔ اگرچہ بعد میں اسے عبرانیوں، یعقوب اور یہوداہ کے خطوط کے ساتھ مقدس مسیحی کتابوں کے تتمہ میں رکھا۔ زونگی اسے بائبل میں شامل نہیں سمجھتا تھا۔ کالون نے اس بارے کی رائے کا اظہار نہ کیا“ (تفسیر ڈپلو صفحہ ۱۰۳۹ کالم ۲)

کچھ مسیحی مثالیں: روایات، مکاشفہ دیکھتا یہودیوں اور عیسائیوں میں عام تھا مسیحی کتب مقدسہ میں بہتیرا کچھ پڑھنے میں آتا ہے۔ لکھا ہے:

”چھ دن بعد یسوع نے پطرس اور یعقوب اور اس کے بھائی یوحنا کو ہمراہ لیا۔ اور انہیں ایک اونچے پہاڑ پر لے گیا اور ان کے سامنے اس کی صورت بدل گئی اور اس کا چہرہ سورج کی مانند چمکا اور اس کی پوشاک نور کی مانند سفید ہو گئی اور دیکھو موسیٰ اور ایلیاہ اس کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے انہیں دکھائی دے۔ پطرس نے یسوع سے کہا اے خداوند ہمارے یہاں رہنا اچھا ہے۔ مرضی ہو تو میں یہاں تین ڈیرے بناؤں ایک تیرے لئے، ایک

موسیٰ کے لئے اور ایک ایلیاہ کے لئے۔ وہ کہہ ہی رہا تھا کہ ایک نورانی بادل نے ان پر سایہ کر لیا اور بادل میں سے آواز آئی کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے جس سے میں خوش ہوں۔ اس کی سنو۔ شاگرد یہ سن کر منہ کے بل گرے اور بہت ڈر گئے۔ یسوع نے پاس آ کر انہیں چھوا اور کہا اٹھو ڈرو مت۔ جب انہوں نے اپنی آنکھیں اٹھائیں تو یسوع کے سوا اور کسی کو نہ دیکھا (انجیل متی ب ۱۷)

تفصیلات انجیل لوقا باب ۲۴ میں ہیں کہ جب مسیح مر کر جی اٹھا تو دو آدمیوں کو ملا ”ان کی آنکھیں بند کی گئی تھیں کہ اس کو نہ پہچانیں۔“ مسیح ان سے باتیں کرتا چلا گیا کہ رات پڑ گئی۔ اس پر انہوں نے مسیح کو اپنا مہمان بنایا ”جب وہ ان کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھا تو ایسا ہوا کہ اس نے بروٹی لیکر برکت دی اور توڑ کر ان کو دینے لگا۔ اس پر ان کی آنکھیں کھل گئیں اور انہوں نے اس کو پہچان لیا اور وہ ان کی نظر سے غائب ہو گیا۔“

موجودہ مسیحیت کا بانی پولوس ایک یہودی تھا۔ ابتدا میں مسیح پر ایمان لانے والے یہودیوں کا سخت اور جانی دشمن تھا۔ اسی مہم پر جا رہا تھا کہ ”جب وہ سفر کرتے کرتے دمشق کے نزدیک پہنچا تو ایسا ہوا کہ یکایک آسمان سے ایک نور اس کے گرداگرد آچکا اور وہ زمین پر گر پڑا اور یہ آواز سنی کہ اے ساؤل اے ساؤل تو مجھے کیوں ستاتا ہے؟ اس نے پوچھا اے خداوند تو کون ہے؟ اس نے کہا میں یسوع ہوں جسے تو ستاتا ہے مگر اٹھ شہر میں جا اور جو تجھے کرنا چاہئے وہ تجھ سے کہا جائے گا۔ جو آدمی اس کے ہمراہ تھے وہ خاموش کھڑے رہ گئے کیونکہ آواز تو سنتے تھے مگر کسی کو دیکھتے نہ تھے۔ اور

ساؤل زمین پر سے اٹھا لیکن جب آنکھیں کھولیں تو اس کو کچھ نہ دکھائی دیا اور لوگ اس کا ہاتھ پکڑ کر دمشق میں لے گئے اور وہ تین دن تک نہ دیکھ سکا اور نہ اس نے کھایا نہ پیا۔ (اعمال باب ۹)

روم کی وسیع و عریض مملکت کے بت پرست بادشاہ قسطنطین نے ۳۱۳ء میں ملکی مصالح کی بنا پر قبول مسیحیت کا ڈھونگ رچایا۔ وہ بھی ایک مکاشفہ کی بنا پر مسیحی ہوا تھا۔ پروفیسر فشر کے الفاظ میں ”اپنے دشمن بادشاہ میکسن شس پر فتح پانے سے ذرا پہلے اس نے دعویٰ کیا کہ بوقت دوپہر اسے ایک جلتی ہوئی صلیب نظر آئی۔ جس پر یونانی زبان میں لکھا ہوا تھا ”اس نشان سے فتح کر“ سورج کی تیز روشنی میں یہ شاید فریب نظر تھا جو ایسے بحران میں ممکن تھا جبکہ تصورات انتہائی پر جوش تھے“ (فشر صفحہ ۳۴۳)

حرف آخر: قصہ کوتاہ صومالیہ میں مسیح کی شبیہ کا نظر آنا اور معجزات کا ظہور اور فلپائن میں مریم کے دیدار کا انتظار اور آسمان پر سورج کو ناپتے ہوئے دیکھنے کے مسیحی دعوے اور آرزوئیں قدیم یہودی اور مسیحی آرزومندی اور بت پرستی کا تسلسل ہیں۔ مقدس مذہبی افسانے Fictions Pious ہیں۔ خوش فہم، زوداعقل اور توہم پرست و سادہ لوح ایسی باتوں پر یقین کر لیتے ہیں۔ خبر صاف الفاظ میں ہے کہ ”یسوع مسیح صومالیہ میں بھوک کا شکار لوگوں اور امدادی کارروائیوں میں مصروف امریکی فوجیوں کو امید کا پیغام دینے آتے تھے۔“

مسلمانوں کے ہاں حضرت مسیح علیہ السلام کی شکل کا کوئی تصور نہیں ہے: ان بیچاروں نے ”اس شبیہ کو حضرت عیسیٰ کی حیثیت سے“ کیا خاک

”شناخت کیا تھا؟

مسیحوں میں مسیح کی بے شمار شبیہیں مجسمے اور تصاویر رائج ہیں۔ کون بتائے گا کہ صومالیہ میں مسیح کی کونسی شبیہ نظر آئی تھی جسے ۱۹ سالہ امریکی فوجی نے پہچان لیا کہ یہ یسوع مسیح کی شبیہ ہے۔

واضح ہو کہ ”عیسائیوں کی مقدس کتابوں میں دی گئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصاویر“ کا دعویٰ بالکل بے سروپا ہے۔ مسیحی کتاب مقدسہ میں مسیح کی کوئی تصویر یا حلیہ مذکور نہیں ہے۔

البتہ مسیحی دنیا میں ’مسیح‘ ’مریم‘ ’خدا‘ ’فرشتوں‘ ’جنم کے فرشتوں‘ اور شیطان کی شبیہوں کا تصور کھلے ہاتھوں موجود ہے۔ لیکن ہے سب خیالی اور تصوراتی کسی مصور یا سنگتراش یا مجسمہ ساز یا بت ساز کی ذہنی اختراع ہو گا۔

موجودہ تہذیب مغرب کا ایک یونانی عنصر

”سے نس Cynics“۔ اس یونانی لفظ کا مطلب ہے ”کتے ایسے۔“ ایتھنز کے دیوہانس کلبی کی روحانی اولاد کو پکارا جاتا ہے۔ نوع انسانی کی نیکی کا منکر فلاسفہ ہیں رہا کرتا تھا۔ ایک دفعہ سکندر اعظم اس کے پاس گیا اور کوئی خدمت پوچھی تو اس نے جواب میں کہا ”ذرا دھوپ چھوڑ کر کھڑے ہوں۔“ وہ شرم و حیا کا مخالف تھا اور تمام انسانی افعال سرعام سرانجام دیا کرتا تھا۔ اس لئے اسے ”سے نس Cynics“ کہا جاتا تھا یعنی کتے کی طرح بے شرم۔ وہ شخص وہ طریق زندگی بسر کرتا اور اس کی تعلیم دیتا تھا جسے سب لوگ اختیار کر سکتے تھے۔

(Concrete Bible Commentary by the Rev. A. R.

Lowther Clarke, 1952, p. 125)

عیسائیت بت پرستی میں تبدیل ہوتی ہے

حضرت مسیح علیہ السلام یہودی تھے اور یہودیوں ہی کی طرف مبعوث ہوئے تھے (انجیل متی ۱۰: ۶، ۲۳ - ۱۵: ۲۳) آپؑ یہودی شریعت تورات کی پیروی اور تبلیغ و اشاعت کے داعی تھے (متی ۵: ۱۷)

قوم یہود نے مجموعی طور پر حضرت مسیح علیہ السلام کو ماننے سے انکار کیا اور بزعیم خویش آپؑ کو صلیب پر لٹکا کر دم لیا۔ یہودی مسیحؑ کے پیروکاروں پر انتہا درجہ کے مظالم ڈھاتے تھے۔ ایک یہودی مسیحی ساؤل (جو بعد میں پولوس کے نام سے مشہور ہوا) ان پر ظلم کرنے میں پیش پیش تھا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ مسیحؑ نے ایک رویا میں مجھے اپنا لیا ہے (بائبل کی کتب اعمال (ابواب ۹، ۲۲، ۲۶) قبول مسیحیت اس کی دراصل ایک چال تھی پیغام مسیحؑ کو برباد کرنے اور آپؑ کے پیروکاروں کو بت پرست بنانے کی۔ اس نے یہودیوں کو کہا کہ چونکہ تم خدا کے کلام کو رد کرتے ہو اس لئے ہم غیر قوموں (یعنی بت پرستوں) کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ (اعمال ۱۳: ۴۶)

بت پرستی کھلے کھاتے کا مذہب ہوتا ہے۔ اس میں شریعت کی پابندیوں کا کوئی سوال ہی نہیں۔ چنانچہ بت پرستوں میں تبلیغ مسیحیت کے لئے اسے تورات کی پابندیوں سے آزاد کرانا ضروری تھا۔ اس پر اس نے تورات کو بے وقعت قرار دیا (کلیسوں ۳: ۱۲) اسے لعنت کہا (گلتیوں ۳: ۱۳)۔ تورات

کے ابدی حکم ختم سے علی الاعلان بغاوت کی (گلیتوں ۵ : ۲۲ : ۲۸) اور تعلیم دی کہ انسان شریعت کے اعمال کے بغیر ایمان کے سبب سے راستباز ٹھہرتا ہے (رومیوں ۳ : ۲۸)

یہودیت رومی حکومت کا ایک تسلیم کردہ مذہب تھا لیکن نومولود اور نووارد مسیحیت کو یہ سہولت حاصل نہ تھی۔ سن عیسوی کی پہلی تین صدیاں یہی کیفیت رہی۔ حتیٰ کہ بت پرست رومی بادشاہ قنسطنطین اول یا قنسطنطین اعظم نے ۳۱۳ء میں عیسائیت قبول کر کے اسے ایک سرکاری درباری مذہب قرار دیدیا۔ عیسائیت کی تاریخ میں یہ ایک انتہائی اہم موڑ تھا جبکہ دین مسیح اپنی اصل اور بنیاد تورات سے رہٹ کر باقاعدہ طور پر بت پرستی کی طرف مائل ہوا۔

(۲) قنسطنطین کی تبدیلی مذہب

قنسطنطین کی قبول قبول مسیحیت کی وجہ بادشاہوں کی عام ضرورت و مجبوری ہے کہ وہ رعایا کو متحد و متفق دیکھنا چاہتے ہیں۔ قدیم بت پرست مذاہب چلے ہوئے کارتوس تھے۔ شریعت کی سخت پابندیوں پر مشتمل تورات کی علمبردار، یہودیت اپنانے کا سوال سرے سے خارج از بحث تھا۔ اندریں حالات بادشاہ نے سرکاری مذہب قرار دینے اور عوام کو عیسائیت پر اکٹھا کرنے میں آسانی اور بہتری سمجھی۔

انسائیکلو پیڈیا کالم "۳۲۳ء تا اس کی موت" کے تحت رقم طراز ہے "اس عرصہ میں اس کی قبول مسیحیت، جو کہ ابھی زیادہ تر سیاسی تھی، عیسائیت میں ایک عقیدہ کی حیثیت اختیار کر گئی۔ عیسائیت ایک تاریخی

مذہب سمجھا جانے لگا..... یہ ایک حقیقت ہے کہ اس نے اپنی موت کے قرب تک عیسائیت اختیار نہ کی۔ ممکن ہے اس کی وجہ سیاست کا چکر ہو یا وہ فیصلہ ہی نہ کر سکا ہو۔ بت پرست پاک پانی کے غسل سے گناہوں کی معافی کا عقیدہ رکھتے تھے۔ ہنسم بارے عیسائی اعتقاد بھی یہی تھا۔ مگن غالب ہے کہ وہ ہنسم پانے کے بعد گناہوں سے ڈرتا تھا..... بالآخر اسے Arian فرقہ کے بشپ یوسی یوس آف نکوردیمیا نے ہنسم دیا تھا۔ یونانی کلیسیا میں عملی طور پر اسے مسیح کے ”بارہ شاگردوں کے برابر درجہ حاصل ہے“ (انسایکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھنیکس جلد ۴ صفحہ ۷۵ کالم ۱)

مذہبی معاملات پر اس کا پورا پورا کنٹرول تھا۔ لکھا ہے ”فسططنطین اور اس نے جانشینوں کی طرف سے عیسائیوں کی مذہبی مجالس بحث و تمحیص کے ضمن میں مکمل آزادی رکھتی تھی۔ مذہبی اصول و قواعد پاس کرنے کے واسطے ان کی رضامندی ضروری تھی۔ اس غرض سے شاہی پادری ان کی نمائندگی کرتے تھے۔ مثلاً کونسل آف آرس کی صدارت بشپ ماری نس نے کی تھی۔ کونسل آف نائس میں بشپ ہوسی اس آف قرطبہ اور کونسل آف ناز میں ڈائیونی سس نمائندے تھے“ (ایضاً)

پروفیسر برینڈن واشگاف الفاظ میں لکھتے ہیں ”فسططنطین نے عیسائیت کو رومی سلطنت کا ایک قانونی مذہب تسلیم کیا اور اسے ایک مذہب کا مرتبہ حاصل کرنے میں سہارا دیا۔ ملک کو متحد رکھنے والی قوت کے مد نظر فسططنطین نے مسیحیت کی (by Prof. Dr.S.G.F.Brandon) سرپرستی کی اور اس کے

معاملات میں مداخلت کی" (Dictionary (1971, P.206, Col.1)

پادری چاڈوی حیان کے مطابق "اس نے عیسائیت میں اپنی منقسم
سلطنت کو متحد کرنے کی قوت دیکھی" (The World's Religions
1982, P.344, Col.1) اور قبول عیسائیت کے لئے اس نے بھی پولوس کی

طرح ایک رویا ہی کا سہارا لیا۔

پروفیسر فشر کے الفاظ میں "اپنے دشمن بادشاہ میکسن شس پر فتح پانے
سے ذرا پہلے اس نے دعویٰ لیا کہ بوقت دوپہر آسمان پر اسے ایک جلتی ہوئی
صلیب نظر آئی جس پر یونانی زبان میں لکھا ہوا تھا "اس نشان سے فتح کر"۔
سورج کی تیز روشنی میں یہ شاید ایسا نظر تھا جو ایسے بحران میں ممکن تھا
جبکہ تصورات انتہائی بدستور تھے۔" (History, P.344)

القصة فسطاطہ کا قبول عیسائیت اپنی مملکت کی مضبوطی کے لئے
ایک سیاسی حربہ تھا۔ اسے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ قدیم بت
پرستی پر ہی قائم رہا تھا۔ اس صمم میں ایک ممتاز امریکی جریدہ رقم طراز ہے:

(۳) "فسطاطہ کے قبول مسیحیت کی حقیقت

رومی بادشاہ فسطاطہ کی قبول مسیحیت کا دعویٰ مدتوں سے مذہب
کے طلبہ کی دلچسپی کا مرکز رہا ہے۔ اس کے اپنے بیان کی رو سے ۶۳۱۲ میں
ایک لڑائی کی شام کو جو اس نے جیت لی، بت پرست فسطاطہ نے
صلیب کا ایک ہیولا دیکھا۔ جس پر لکھا تھا "اس (نشان) سے فتح کر" اس کے
جلد ہی بعد ۶۳۱۳ میں اس نے اپنا مذہب "تبدیل کر لیا" اور رومی سلطنت

میں مسیحیوں پر ظلم و ستم کا سلسلہ بند کر دیا۔ قسطنطنین نے اس دور کی مروجہ مسیحیت کو ریاست کا مذہب قرار دیا۔ یہاں تک کہ عیسائیت کے اندرونی جھگڑوں میں بھی مداخلت کی۔ تاہم اس نے ایسے کام بھی کئے جس سے اس کی تبدیلی مذہب کی اصلیت مشکوک قرار پاتی ہے۔ جبکہ اسے کوئی ۲۴ برس بعد موت سے ذرا پہلے پنسمہ دیا گیا تھا۔

سکوں کے ماہر اور مذہبات کے فاضل طالب علم ٹینے اے ہڈن نے انکشاف کیا ہے کہ قسطنطنین کے دور حکومت میں ڈھلے ہوئے سکے کس طرح اس موضوع پر مسحور کن روشنی ڈالتے ہیں۔ قسطنطنین کے وقت تک رومی سکوں پر ہر دلعزیز رومی دیوتاؤں کی تصاویر عام ہوا کرتی تھیں۔ ہڈن کی رپورٹ ہے کہ قسطنطنین کی تبدیلی مذہب کے بعد، سوائے ایک کے، بت پرستانہ نشانات کم سے کم تر ہوتے چلے گئے۔ سورج دیوتا ہول، جو کہ پہلے قسطنطنین کا محبوب تھا، کی تصویر والے سکے کثیر تعداد میں ڈھالے گئے۔ اس کی وجہ کیا تھی؟

ہڈن کی رائے میں اس کے دو امکانات ہیں پہلا یہ کہ اس کے ڈرامائی رویا کے بعد قسطنطنین کی تبدیلی مذہب کی رفتار بہت ست تھی۔ دوسرا امکان یہ ہے کہ اس نے سول کو مسیح کے ساتھ گڈمڈ کر دیا تھا۔ مختلف عقائد کی آمیزش فی زمانہ بھی غیر معمولی نہیں ہے۔ براعظم جنوبی امریکہ کے ملک کولمبیائی قدیم دیویاں چاچا ماما اور ٹونٹ زن آج بھی کنواری مریم کے نام پر پوجی جا رہی ہیں۔ اسی طرح ممکن ہے کہ بادشاہ مسیح کے نام پر سول دیوتا کو پوجتا تھا۔

مختلف عقائد کی آمیزش سے وضاحت ملتی ہے کہ ”غیر مفتوح سورج“ کا یوم پیدائش ۲۵ دسمبر میلاد مسیح منانے کی غرض سے کیوں منتخب کیا گیا تھا (یعنی اس سے اصل مراد سورج دیوتا کی پرستش تھی۔ اسلم) اس سے ہمیں یہ جاننے میں بھی مدد ملے گی کہ قسطنطنین کی وفات منانے کے لئے ڈھالے ہوئے سکھ پر ”قسطنطنین دیوتا“ کے الفاظ کیوں کندہ ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اپنی تبدیلی مذہب اور بالآخر ہشتم پانے کے باوجود قسطنطنین کو بھی پہلے بت پرست بادشاہوں کی طرح اس کی وفات کے بعد دیوتا سمجھا گیا تھا“ (واچ ٹاور ۱۱: ۲)

پروفیسر ڈاکٹر جے ایم رابرٹس کی تحقیقات بھی قسطنطنین کے قبول مسیحیت کو ایک ڈھونگ اور اسے بت پرست ہی ثابت کرتی ہیں۔ چنانچہ موصوف لکھتے ہیں ”وہ تیرہواں شاگرد کہلایا۔ تاہم عیسائیت کے ساتھ اس کا تعلق ناقابل وضاحت ہے..... وہ ڈرتا اور امید بھی رکھتا تھا کہ اس کا دیوتا طاقت کا دیوتا تھا۔ پہلے وہ سورج دیوتا کو پوجا کرتا تھا اس کا نشان اپنے پاس رکھتا تھا۔ اور سرکاری طور پر اس کی پوجا بادشاہ کی پوجا کے ساتھ ہی ہوا کرتی تھی۔ ۳۱۳ء میں لڑائی سے پہلے ایک مزعومہ رویا کے نتیجے میں اس نے اپنے سپاہیوں کو ڈھالوں پر صلیب کا نشان بنانے کا حکم دیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ ان کے دیوتاؤں، جو کوئی بھی وہ تھے، کی بھی عزت کرتا تھا۔ وہ لڑائی میں جیت گیا۔ اس کے بعد اگرچہ وہ علانیہ سورج پوجا کا علمبردار رہا، عیسائیوں اور ان کے دیوتا کو اہم مراعات دینے لگا تھا..... اس کے باوجود برسوں اس کے سکوں پر بت پرستوں کے دیوتا خصوصاً ”غیر مفتوح سورج“ کا چھپنا جاری

رہا..... بعد ازاں اس نے بتوں کے مندر ڈھائے، شاندار عیسائی گرجے تعمیر کئے۔ عیسائیت قبول کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کی۔ ان تمام امور کے ساتھ ساتھ پرانے مذہب کا بھی احترام کرتا رہا۔“

(The Pelican History of the World by

Prof.Dr.J.M.Roberts : 1987, P.287)

ڈاکٹر فشر کا مختصر اور واضح بیان یوں ہے ”مسیحی جس خدا کی عبادت کرتے تھے۔ وہ خلوص نیت سے اس پر ایمان رکھتا تھا۔ لیکن بعد میں اس کے متعدد اقدامات سے معلوم ہوتا ہے کہ پرانے عقائد اس کے ذہن میں ابھی تک گھسے بیٹھے تھے۔ اپالو دیوتا کی پوجا اس سے مکمل طور پر چھوٹ نہ سکی۔ کئی مواقع پر اس نے بت پرست کاہنوں کی طرف رجوع کا حکم دیا“ (ایضاً ۸۸)۔ ممکن ہے بعض قارئین کے ہاں عقائد و عبادات کے ساتھ بت پرست اقدار و شعائر کی آمیزش و اجتماع ناقابل فہم ہو لیکن جیسا کہ اوپر وضاحت ہو چکی ہے یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے پادری کرسٹوفر لیمب لکھتے ہیں کہ ”عیسائیت کی تاریخ ”مذہبی اجتماعیت“ سے بھری پڑی ہے“ (Col.1 Religions P.369,

عیسائیت بت پرستی : ٹیڑھی اینٹوں والی بنیاد پر بنی ہوئی عمارت بھی ٹیڑھی ہی بنی تھی۔ عیسائیت شاہی مذہب قرار پانے سے بت پرست عوام الناس اپنے پرانے عقائد و عبادات چھوڑے بغیر اور بلاسوچے سمجھے جوق در جوق عیسائیت میں داخل ہونے لگے۔

پادری کینن ڈبلیو پی ہیرس بی اے لکھتے ہیں ”پہلی تین صدیوں میں

شہداء اور اولیاء کی پوجا کی کوئی شہادت نہیں ملتی یا یہ کہ ان کی باقی ماندہ اشیاء یا نشانوں کی مناسبت سے عزت کی جاتی ہو لیکن چوتھی صدی میں جب عیسائیت کو ایک سرکاری مذہب تسلیم کر لیا گیا تو بہت سارے بت پرست رواجات بھی مسیحوں کے مذہبی نظام میں داخل ہو گئے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایمان کی خاطر تکالیف سنے والوں کی نشانیاں، ہڈیاں، کپڑے وغیرہ توہماتی عزت دئے جانے لگے۔ ان میں پوشیدہ قوت کا مفروضہ گھڑا گیا۔ برائی دور کرنے کے لئے انہیں جادو کی حیثیت حاصل ہو گئی اولیاء سے مناجات نے ان تبرکات اور ان کے ذریعہ تصوراتی معجزات کے اعتقاد نے پوجا کی راہ نکال لی۔

(The Teaching and Practices of the Church of Rome in India - Examined by Rev.W.P.Hares B.A. 2nd edition, P.365)

پادری صاحب ایک دوسری جگہ بوضاحت تمام لکھتے ہیں ”کلیسیا نے کنواری مریم کی عزت اور محبت میں اس قدر مبالغہ کیا کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا کہ عیسائی کثیر خداؤں کو مانتے ہیں۔ خدا مسیح اور مریم تین خداؤں کو پوجتے ہیں۔ اولیاء و شہداء کے حضور مناجات اور ان کی معجزانہ قوتوں پر اعتقاد تیسری صدی میں شروع ہوا۔ عیسائیت کو قانونی رتبہ ملنے کے بعد گروہ در گروہ بت پرست کلیسیا میں داخل ہو گئے۔ اور کلیسیا کو بت پرست بنانے کا عمل شروع ہوا۔ بت پرستوں کے مندر گرجا گھروں میں تبدیل ہو گئے اور مسیحی اولیاء نے مقامی دیوتاؤں کی جگہ لے لی۔ دیویوں کے پجاریوں نے ان کی جگہ خدا کی ماں، خدا کی ملکہ اور ملکہ آسمانی، مریم کو

دیدی۔ ۳۷۳ء کے قریب کنواری کے حضور دعائیں کرنا رائج ہوا۔ جسے کاتھولک کلیسیا نے بدعت قرار دیا۔ اگلی صدی میں نستوری فرقہ نے مریم کو خدا کی ماں ماننے سے انکار کر دیا جس پر بنیاد پرست ناراض ہو گئے جو بیٹے کو خدا بنانے کے ذوق میں اس کی انسانی فطرت کو نظر انداز کرتے تھے اور اس کی ماں کی زیادہ پرستش کرنے لگے۔ جس کی انسانیت انسانی فہم کے زیادہ قریب تھی“ (ایضاً صفحہ ۳۱۸)

مزید لکھا ہے ”بت پرستی چھوڑ کر آنے والے غیر تربیت یافتہ نئے مسیحیوں اور کارپوکرٹس اور اس کے شاگرد مرسی لینا نے کلیسیا میں بتوں کو متعارف کیا۔ ان دونوں نے روم کے اندر اپنے گھروں میں مسیح، پولوس اور یونانی دانشوران ہومر اور نیشا غورث کے بت رکھے۔ انہیں خوشبو میں ملتے اور پوجتے۔ بہت سے آبائے کلیسیا اور بشپوں نے توہم اور بت پرستی کی سخت مذمت کی جو دھیرے دھیرے کلیسیا میں نشوونما پا رہی تھی۔ ایک عذر خواہ لیک ٹین ٹیس نے لکھا ”یہ امر شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ بت کے بغیر مذہب کا کوئی سوال نہیں“ (ایضاً صفحہ ۳۵۳)

خیال رہے کہ آئیرنس پہلے ہی ۱۸۰ء کے قریب عیسائیوں میں مذکورہ بت پرستی کی نشاندہی کر چکا تھا (ایضاً صفحہ ۳۵۵) یعنی عیسائیت یہودیت سے نکل کر بت پرستوں میں پہنچتے ہی بت پرستی میں تبدیل ہونے لگ چکی تھی۔ قسطنطنیہ والا حادثہ تو مدتوں بعد پیش آیا۔

پادری صاحب بتاتے ہیں ”بت پرستی اس قدر عام تھی کہ کونسل آف لڈوکیا نے دفعہ ۳۵ میں ان الفاظ میں رد کیا اگر کوئی چھپ کر بت پرستی کرتا

پایا جائے تو ملعون ہو کیونکہ اس نے ہمارے خداوند یسوع مسیح خدا کے بیٹے کو چھوڑ دیا ہے اور بت پرست بن گیا ہے" (ایضاً صفحہ ۳۳۸)

عیسائیت میں بت پرستی کے دخول، مخالفت اور حمايت کی آنکھ پھولی اور بالاخر اس کی فتح کا ایک حال تحریر خدمت ہے۔ "کلیسیا کی روحانی زندگی ابتر ہونے پر عذر خواہوں اور ابتدائی آباء کلیسیا، پوپوں اور کونسلوں کے رد کرنے کے باوجود اولیاء اور شہداء کے بت پوجے جانے لگے۔ لوگ انہیں کسی قوت کا مالک سمجھ کر پوجتے تھے۔ ان کی تعداد بڑھنے پر اس توہماتی بدعت پر بہتوں کا غصہ اور نفرت بھڑک اٹھی۔ ۷۲۶ء میں شاہ لیوراساری کس نے حکم دیا کہ گرجا گھروں سے بت اٹھا دئے جائیں۔ ۷۵۳ء میں شاہ قسطنطنین چہارم نے قسطنطنیہ میں کونسل بلائی۔ اس میں ۳۳۳ بشپ اکٹھے ہوئے۔ اس نے بھی ایسا ہی فیصلہ دیا۔ تاہم باطل عقیدہ چھا گیا اور ۷۸۷ء میں نیتھ کی دوسری کونسل نے خود خدا کا بت رکھنے کی بھی اجازت دیدی۔ عہدوت کی ایک اصلاح شدہ شکل منظور کی گئی۔ فیصلہ کے الفاظ یہ ہیں "ہم مقدس بتوں کی عزت و عبادت کرتے اور پوجتے ہیں۔ وہ لوگ جو مقدس بتوں کی عزت کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن انہیں پوجنے کے انکاری ہیں، ان کی کوئی تکریم نہیں کرتے، منافق ہیں۔ بت کی عزت اس کی اصلی شخصیت تک پہنچتی ہے۔ جو بت کی عزت کرتا ہے وہ اس شخصیت کی عزت کرتا ہے۔ جس کی وہ نمائندگی کرتا ہے" اس کونسل میں مخالفین کو بولنے کی اجازت نہیں تھی۔ انہیں اس قدر ڈرایا دھمکایا گیا کہ انہوں نے اپنی تعلیم واپس لے لی۔ اموریم کے بشپ تھیوڈوسیوس نے کہا "سب سے پہلے میں

اپنے بچے خدا، خداوند یسوع مسیح اور اسے جننے والی کے بت کو ماننا، تسلیم کرتا، استقبال کرتا، سلام عرض کرتا اور پوجتا ہوں۔ مقدسین کے تہکات کو بھی پوجتا اور عزت دیتا ہوں۔ لعنت ان پر جو پاک اور مقدس بتوں کو نہیں پوجتے۔ لعنت ان پر جو پاک اور مقدس بتوں کے خلاف کفر بکتے ہیں۔ لعنت ان پر جو انہیں بت کہنے کی جرات کرتے ہیں۔ لعنت ان پر جو شک کرتے ہیں۔ اور مانیں کہ وہ مقدس بتوں کو نہیں پوجتے۔ اس کونسل میں یونانیوں نے اعلان کیا جو ایک بت کو پوجے اور کہے ”یہ مسیح ہے“ برا کام نہیں کرتا۔ جو بت کو نہ پوجے وہ برائی کا مرتکب ہے۔ بت کو نہ پوجنے والا بدعتی ہے۔ ہمیں تثلیث اقدس کی طرح بتوں کو پوجنا چاہئے۔“ پوپ آرڈین اول نے کونسل کے فیصلہ کی تصدیق کی“ (ایضاً صفحات ۳۵۵، ۳۵۶)

۶۸۲۶ میں پوپ گریگوری دوم نے ایک کونسل منعقدہ روم میں بت پرستی پر اعتراض کرنے اور نہ پوجنے والوں پر لعنت کی۔ یہ جھگڑا اگلی صدی میں بھی چلتا رہا۔ پوپوں نے بت پرستی کی حمایت کی۔ آخر کار جب یہ باطل عقیدہ راسخ ہو گیا تو بت پرستی کی اجازت عام ہونے پر تمام عیسائی دنیا اس روبہ میں بہہ نکلی“ (ایضاً صفحہ ۳۵۷)

فرار پیڈروڈی کیریرا کا قول ہے ”مقدس بت گرجاؤں کے اندر اور باہر پوجے جائیں۔ اس کی مخالفت بدعت ہے“ (ایضاً صفحہ ۳۵۸)

نستوری بدعت افس کونسل منعقدہ ۶۳۱ء میں رد کی گئی اس کے رد عمل میں لوگوں نے خدا کی ماں کی تکریم شروع کر دی۔ جوں جوں مسیح کے خدا ہونے کا عقیدہ قائم ہوتا گیا اور اس کی انسانیت دھندلاتی گئی،

بابرکت کنواری کے رحم اور ملاطفت کے عقیدہ میں اضافہ ہوتا گیا۔ اس کی تصاویر ہر جگہ نظر آنے لگیں۔ اس سے متعلق حیران کن کہانیاں شوق سے سنی جانے لگیں۔ آہستہ آہستہ اس کی زندگی اور موت کے بارے میں روایات تحریر ہوئیں۔ جعلی بیانات کی خاصی مقدار اکٹھی ہو گئی۔ اس کے لئے نئے نئے خطابات وضع ہوئے۔ خدا کی ماں کا خطاب اکثر مستعمل تھا۔ زبردست مخالفت کے باوجود مریم کے صعود آسمانی کی کہانی رواج پا گئی جسے کلیسیا نے بتدریج درست مان لیا۔ یہ کہانی آسمانوں میں کنواری مریم کی فضیلت کی بنیاد بن گئی۔ جو فی زمانہ رومی کلیسیا عموماً مانتی ہے۔ مقدسہ مریم کو آسمان میں پہنچا کر پادریوں نے اسے ملکہ آسمانی قرار دیا اور اسے پوجنے لگے۔ (ایضاً صفحہ ۳۲۱)

رومی کلیسیا ۲ فروری کو بے داغ حمل کی عید مناتی ہے۔ یہ بت پرست رومیوں کی نقل ہے جو پہلے سے اسی تاریخ کو جو نو دیوی کے معجزانہ حمل کی عید منایا کرتے تھے (ایضاً صفحہ ۳۲۱)

کونسل آف ٹرنٹ ۱۵۶۳ء نے ۲۵ ویں اجلاس میں ۲۴ واں فیصلہ دیا کہ ”مسیح مریم“ خدا اور دوسرے مقدسین کے بت گر جاگھروں میں رکھے جائیں اور انہیں مناسب عزت و تکریم دی جائے۔“ (ایضاً صفحہ ۳۵۳)

مقدس ترین مسیحی عبادت عشا و ربانی میں پادری کی دعا سے روٹی اور شراب مسیح کے گوشت اور خون میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور مسیح بذات خود حاضر ہو جاتے ہیں کاہن کی قوت الہی شخصیت کی قوت ہے کیونکہ روٹی کو مسیح کے گوشت میں تبدیل کرنے کے لئے دنیا پیدا کرنے کی طاقت درکار

ہے" (ایضاً صفحہ ۳۸۸) عیسائیوں کی یہ عبادت بھی سورج پرستوں سے مستعار و ماخوذ ہے (Religious P.89, Vol.1) اب اس سے متعلق رومن کیتھولک عقیدہ مطالعہ فرمائیے۔ جس کی رو سے خدا 'خدا نہیں موم کی ناک ہے۔ اس کا مقام بالکل ایک بت کے مساوی ہے۔ مرقوم ہے "یسوع مسیح کے حقیقی جسم پر کاهنوں کے اختیار بارے ہمارا ایمان یہ ہے کہ جب وہ تقدیس کے الفاظ بولتے ہیں تو خدا کا کلام مجسم (یعنی مسیح۔ اسلم) ان کا حکم ماننے اور رسم کی تقدیس کی وجہ سے ان کے قبضہ میں آنے پر مجبور ہوتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کاهنوں کے الفاظ کی تکمیل میں خدا خود قربان گاہ اترتا ہے۔ جب بھی وہ اسے بلائیں آتا ہے اور اپنے آپ کو ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتا ہے۔ خواہ وہ اس کے دشمن ہی کیوں نہ ہوں۔ آنے کے بعد ان کے مکمل اختیار میں رہتا ہے۔ وہ جیسے چاہیں اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ رکھتے ہیں۔ اگر چاہیں تو اسے عبادت گاہ میں بند بھی کر سکتے ہیں یا قربان گاہ پر ظاہر کر سکتے ہیں۔ یا اگر جاگھر سے باہر لے جاسکتے ہیں..... خدا اپنے کاهنوں کی صوابدید پر بے بس ہوتا ہے۔ اگر وہ چاہیں تو وہ معافی نہ دے یا جیسے وہ انکار یا معافی دیں۔ معاف کر دے۔ کاهن کی طاقت مقدسہ کنواری مریم سے برتر ہے کیونکہ مقدس ماں ہمارے لئے دعا کر سکتی ہے اور اس کی دعاؤں سے جو وہ چاہے ہم پاسکتے ہیں۔ تاہم وہ کسی مسیحی کو چھوٹے سے چھوٹے گناہ سے پاک نہیں کر سکتی" (ایضاً صفحہ ۳۸۷)

پادری خورشید عالم کمال دردمندی سے بتاتے ہیں کہ کلیسیا (مسیحی امت) نے بت پرستی سے بچنے کے لئے ممکنہ تدبیر سے کام لیا اور خلوص

نیت سے مسیحیت کی عبرانی اصل و نسل کو یونانی و لاطینی دیومالاہیت سے پاک و پوتر رکھنے کی مقدور بھرکوشش کی۔ لکھتے ہیں ”جب رومی سلطنت مسیحی ہو گئی تو کلیسیا کا ذہن تعلیم و ادبیات سے تہی دست تھا۔ وہ یہ نہ سوچتی تھی کہ پاسان کو ادبی دنیا میں بھی مایہ ناز ہستی ہونا ضروری ہے اور چاہئے کہ وہ لمحات فرصت میں لاطینی ادبیات کا مطالعہ کر کے جائزہ لے کہ ان میں کتنی باتیں سچی ہیں، کتنی باتیں شرافت کی ہیں، کتنی باتیں واجب ہیں، کتنی پسندیدہ ہیں، کتنی باتیں دلکش اور کتنی باتیں نیکی اور تعریف کی ہیں۔ وہ ادبیات پر غور نہ کرنا چاہتے تھے کیونکہ کلیسیا یونانی و لاطینی دیومالا اور اصنام پرستی سے خائف تھی۔ لاطینی و یونانی دیوتاؤں کے گیت پسند عام تھے۔ اس لئے ڈر تھا کہ مسیحیت رومی صنم پرستی اور رومی اخلاقیات میں جذب نہ ہو جائے لیکن مسیحیت کی اصل و نسل عبرانی تھی اور نجات یہودیوں سے تھی۔ اس لئے یہودی علم الاخلاق میں جو تصور گناہ، نجات، امید، وعدہ اور آئندہ زندگی کا تھا وہ اصنام پرستی اور یونانی و لاطینی دیومالا سے کوسوں دور تھا۔ علم الہیات کے تخیل میں رابطہ و اتحاد ناممکن تھا“ (تواریخ کلیسائے رومۃ الکبریٰ مصنفہ و مولفہ پادری خورشید عالم مطبوعہ ۱۹۶۱ء صفحہ ۱۶۸)

لیکن بکرے کی ماں کب تک خیر مناتی! قسطنطنین کے بقول عیسائیت کی وجہ سے دیومالاہیت اور بت پرست روم و معتقدات کا دور آنے والا طوفانی ریلادین مسیح کی اصلیت و روح کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے گیا اور آب و گل کی اس دنیا میں مسیح اور مسیحیت کے نام لیواؤں کے پاس بت پرستی رہ گئی!

موجودہ مسیحیت یونانی بت پرستی ہے

مذہب عالم میں ہندومت دلچسپ اور عجیب و غریب ہے۔ قارئین کرام یہ جان کر ضرور حیران ہوں گے کہ ہندومت کی کوئی واضح اور ٹھوس تعریف نہیں کی جا سکتی۔ اس مذہب میں ”کیا ہے؟“ اور ”کیا نہیں ہے؟“ کے درمیان باقاعدہ حد قاصل کا قیام ناممکن ہے۔ اغیار کے ہاں یہ صورت حال مضحکہ خیز اور اس مذہب کی کمزوری سمجھی جائے گی لیکن ہندومت کی طاقت و قوت کا راز اسی میں پنہاں ہے۔ ہندومت کو ایمان اور عمل سے کوئی تعلق و واسطہ نہیں ہے۔ وہاں بس قول کا سکہ چلتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص لاکھ نمازیں پڑھے، رمضان کے روزے رکھے، حج بیت اللہ کرے، تلاوت کلام مجید میں منہمک رہے لیکن پوچھنے پر اپنے آپ کو ہندو کہہ دے تو ہندوؤں کے نزدیک وہ شخص ہندو سمجھا جائے گا۔ ایک ہندو دانشور ٹیگور لکھتا ہے ”اتنڈیا ہمیشہ سے ایک معاشرتی اکائی بننے کے لئے کوشاں رہا ہے۔ جس میں مختلف اقوام اکٹھی رہیں انہیں اپنے اپنے اختلافات قائم رکھنے کی پوری پوری آزادی ہو۔ یہ تعلق ممکن حد تک تھوڑا اور ماحول کے مطابق قریبی بھی ہو۔ اس صورت حال نے ریاستہائے متحدہ یا معاشرتی مجموعہ کو جنم دیا ہے۔ جس کا معروف نام ہندو مذہب ہے“

عیسائیت کا حل بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ اگر ہندوؤں کے ہاں ہندو مذہب مختلف معاشروں کا مجموعہ ہے تو عیسائیت مختلف مذاہب (کے معتقدات، رسوم، رواجات وغیرہ) کا مجموعہ ہے۔ دوسرے مذاہب سے عقائد و عبادات مانگ مانگ کر بنایا ہوا مذہب ہے۔ چرچ مشن سوسائٹی کے پادری، کرسٹوفر لیمب لکھتے ہیں ”اس میں شک نہیں ہے کہ مسیحیت کی تاریخ مذہبی اجتماعیت سے بھری پڑی ہے۔“

(A Lion Handbook: The world's Religion-s : 1982, P.359, Col.1)

مسیحیت کی اصطلاح کان میں پڑتے ہی سامع اسے یہودیوں کے جلیل القدر نبی حضرت مسیح علیہ السلام کا مذہب خیال کرتا ہے حالانکہ حقیقت حال اس کے قطعی برعکس ہے۔ مسیحیت کو حضرت مسیحؑ سے محض برائے نام سا تعلق ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام یہودی تھے۔ قوم یہود کے آخری نبی تھے۔ گذشتہ انبیاء یہود کی طرح آپ کا مشن بھی تورات موسوی کا اجراء اور اسی شریعت کی تبلیغ و اشاعت اور اس کے چھوٹے سے چھوٹے حکم تک پر عملدرآمد تھا (انجیل متی باب ۵ فقرہ ۱۹)

یہودیوں کو امید تھی کہ مسیح کے آنے سے ہمارے دکھوں کا خاتمہ ہو گا۔ وہ ہمیں رومی حکومت کی غلامی سے آزاد کرائے گا۔

(A Commentary on the Holy Bible by the Rev. J.R. Dummelow

M.A. : 1944, P.818, Col.2)

مسیحؑ ان کے اس معیار پر پورے نہ اترے۔ یہودیوں نے من حیث

القوم آپ کی مخالفت کی اور بزعم خویش مصلوب کروا کے دم لیا۔

اصلی مسیحی: حضرت مسیح علیہ السلام یہودیوں کے لئے برپا ہوئے تھے اور انہیں ماننے والے بھی یہودی ہی تھے۔ مانچسٹر یونیورسٹی میں تقابل ادیان کے فاضل پروفیسر برنڈن اپنی عظیم الشان اور لامثنائی تالیف میں لکھتے ہیں۔

”یہودی مسیحیت: مسیحیت ایک یہودی مسیحی تحریک کی حیثیت سے گلیل (فلسطین کے ایک صوبہ۔ اسلم) میں شروع ہوئی۔ اس کا مرکزی نقطہ یسوع ناصری تھا (مسیح گلیل کے شہر ناصرة کے رہنے والے تھے۔ اسلم) مسیح کی مصلوبیت کے بعد یروشلیم تحریک کا ہیڈ کوارٹر بن گیا جو بنیادی طور پر یہودیت ہی رہی۔ یہ تحریک مسیح کی حیثیت سے یسوع کی فاتحانہ واپسی کی امید میں تھی کہ وہ آکر اسرائیل کی سلطنت کو پھر سے بحال کرے گا۔ زیادہ تر پولوس کی کوششوں سے فلسطین کے باہر غیر یہودیوں میں ایک نئی شکل کا مذہب پھیلایا گیا جس میں یسوع کو یہودیوں کے مسیحا کی بجائے عالمگیر نجات دہندہ دیوتا بنا کر پیش کیا گیا۔ ۷۰ء میں یروشلیم کی تباہی پر یہودی کلیسیا برباد ہو گئی۔ یہودی مسیحیوں کے بچے چھ گروہ فلسطین اور شام کے مختلف حصوں میں باقی رہے۔ ان کی مسیحیت ابتدائی نوعیت کی تھی۔ ان کے یہودی اعتقادات کی وجہ سے غیر یہودی انہیں بدعتی کہتے تھے۔ آہستہ آہستہ وہ لوگ ختم ہو گئے ان کی کتابوں کے بعض حصے دستیاب ہیں۔

(A Dictionary of Comparative Religion by Prof. Dr. S.G.F

Brandon M.A, D.D. 1974, P.373, Col.2)

یہی محقق آگے چل کر لکھتا ہے ”ناصری۔ چوتھی صدی کے مسیحی

مصنفین نے شام میں یہودی مسیحوں (یعنی یہودیوں میں سے مسیح کو قبول کرنے والوں۔ اسلم) کے گرد ہوں کو یہ نام دیا۔ یہ لوگ بدعتی سمجھے جاتے تھے۔ ان کے پاس آرمی زبان کی انجیل تھی جسے وہ ”عبرانیوں کی انجیل“ یا ”نامریوں کی انجیل“ پکارتے تھے (صفحہ ۴۶۷ کالم ۱)

سمجھے نا؟ آگ لینے آئی گھر والی بن بیٹھی۔ موجودہ یونانیت زدہ بت پرست ”مسیحی“ اصلی مسیحوں کو بدعتی کہتے تھے!

یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کے اصل (یہودیوں میں سے) پیروکار اس جہان فانی سے لد گئے۔ اب ان کا کوئی نام و نشان باقی نہیں ہے۔ آئیے اب ان مرحوم و مغفور ہستیوں کا تھوڑا سا مزید مطالعہ کریں۔ پروفیسر فشر لکھتے ہیں ”ایبونی: دوسری صدی کا یہ بدعتی فرقہ یہودی مسیحوں پر مشتمل تھا۔ یہ وگ یہودیوں کی تقریبات کو نہیں مانتے تھے۔ ان کے دو بڑے بڑے فرقے تھے۔ ایک فرقہ تقاریب کو مانتا تھا۔ دوسرا فرقہ پولوس کا سخت مخالف تھا۔ وہ مسیح کو ایک پیغمبر اور شریعت کا زیادہ پابند مبلغ مانتے تھے۔“

(History of the Christian Church by Prof. Dr. George Park

Fisher : 1888, P.74)

پادری ہیرس لکھتے ہیں ”ایبونیٹ ایک نامعلوم سا فرقہ تھا اور اس میں کی ایسا لیڈر بھی نہ تھا جس کے پیروکار لوگ ہو جاتے۔ یہ فرقہ مدت تک ی چلتا رہا اور آکر کار اسلام میں جذب ہو گیا“ (تواریخ مسیحی کلیسیا مصنفہ ی۔ کینن ڈبلیو پی ہیرس بی اے مطبوعہ ۱۹۳۹ء) صفحہ ۴۱

یہ لوگ مسیح کے اصل پیروکار تھے۔ انہیں ایبونی پکارا جاتا ہے۔ ان

لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ ممکن ہے ان کی آرا می انجیل ہی اصل انجیل ہو جو ان کے قبول اسلام کے ساتھ ہی معدوم ہو گئی۔ مسیحی علماء کے ہاں اس کے اقتباسات ملتے ہیں۔ انہیں مسیح کے مصدقہ اقوال سمجھا جاتا ہے۔

پولوس : اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر دنیا میں مسیحی کھلانے والے کروڑہا لوگ کون ہیں؟ اور کس کے ماننے والے ہیں؟

جیسا کہ پروفیسر برینڈن نے اشارہ کیا ہے۔ یہ لوگ پولوس کے پیروکار ہیں۔ پولوس بھی ایک یہودی تھا۔ وہ مسیح اور آپ کے نام لیواؤں کا سخت دشمن تھا۔ علماء یہود کی اجازت سے مسیح کے پیروکاروں (جو صرف یہودی تھے) کو پکڑتا، مارتا، پینتا اور قتل تک بھی کر ڈالتا تھا۔ پھر اس نے ایک رویا کی بنا پر مشہور کیا کہ مسیح نے مجھے اپنا لیا ہے۔ اس پر وہ شخص مسیح کا ارا بت مند اور زبردست مبلغ و داعی بن گیا۔ (اعمال باب ۲۲)۔ مطوم ہوتا ہے کہ پولوس نے مسیحوں کو ختم کرنے کی بجائے مسیحیت (جو اس کے دور تک ایک یہودی فرقہ ہی تھا) اور پیغام مسیح کو ختم کرنے کی ٹھانی۔ اس کے لئے رویا دیکھنا مشہور کیا اور مسیح کے علمبردار اور شاگرد رشید کے روپ میں مسیح کے پیغام، تعلیمات اور آپ کے مشن کی اس قدر شدید اور بھرپور مخالفت کی کہ مسیح اور ان کے شاگرد نہ صرف پس منظر میں چلے گئے بلکہ سین سے بالکل غائب ہو گئے پولوس کے دام ترذیر میں آنے کے بعد مسیحیت (یہودیت سے الگ اور) ایک بالکل نئے اور جدا مذہب کی حیثیت سے قائم ہوئی۔ اب اسے ماننے والی غیر یہودی، عام بت پرست اقوام

تھیں۔

موجودہ مسیحیت نیا مذہب : قارئین کرام یہ جان کر ضرور حیران و پریشان ہوں گے کہ بڑے بڑے مسیحی علماء اور عالمگیر شہرت کے حامل فضلا موجودہ مسیحیت کو بے باک دہل نیا مذہب اور اس کے ماننے والوں کو پولوس کے پیروکار قرار دیتے ہیں۔

(۱) یہودیوں میں ختنہ کرنا لازمی ہے۔ مسیحؑ خود بھی مختون تھے (انجیل لوقا ۲: ۲۱)۔ مسیح کے اصل یہودی پیروکار بھی ختنہ کراتے تھے۔ اس بحث میں پادری ڈپلو لکھتے ہیں ”رسولوں کے اعمال کی کتاب اور رومیوں، گلیتوں اور کلیسیوں کے نام پولوس کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی مسیحی اپنے غیر یہودی مسیحی بھائیوں پر ختنہ کی پابندی لازمی قرار دیتے تھے۔ اس کشمکش میں پولوس اپنے نو مریدوں کو یہودیت کے جو آ سے آزاد کرانے میں کامیاب ہو گیا“ (تفسیر ڈپلو صفحہ ۲۶ کالم ۲)

یعنی غیر یہودی عیسائی، مسیحؑ کے نہیں پولوس کے پیروکار ہیں جبھی تو پولوس کی فرماں برداری میں یہ لوگ ختنہ نہیں کراتے۔ اگر یہ غیر اقوام مسیح کے پیروکار ہوتے تو مسیح کی پیروی اور شریعت موسوی کی تعمیل میں ختنہ کراتے اور یہودیت کے جو آ (ختنہ) سے آزاد ہونے پر خوشیاں نہ مناتے۔ لہذا یہ لوگ پولوس کے مرید ہیں۔ مسیح کے نہیں۔

(۲) ”عام یہودیوں میں سے مسیحیت قبول کرنے والا شخص“ اپنے انتہائی قیمتی متاع، شریعت موسوی کو بخوشی نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ وہ کہہ سکتا تھا کہ مسیح نے ”شریعت کے ماتحت“ زندگی گزاری تھی۔ یروشلم میں ابتدائی دور

کے مسیحیوں کا دطیرہ بھی یہی تھا۔ ادھر شریعت کے بغیر، غیر یہودیوں کے ڈھیلے پن کا خوف حقیقی اور قابل فہم تھا۔ پولوس کی نئی نئی باتوں کا رد عمل بھی لازم تھا۔ یہ حق و باطل کی نہیں، حق کی حق کے خلاف کہانی ہے۔ مسیحیت کی مابعد کی تاریخ میں یہ کشمکش صاف نظر آتی ہے۔

یہودیت سے آزادی پا کر ہی مسیحیت

ایک عالمگیر مذہب بن سکا تھا

(Caroline Bible Commentary, P. 59)

(iii) انطاکیہ میں شاگردوں کے ”مسیحی“ نام پانے کے موقع پر یہی ناضل مفسر رقم طراز ہے ”اس نام کا دیا جانا اس حقیقت کا اظہار ہے کہ بات ایک نئے یہودی فرقہ سے زیادہ تھی۔ کلیسیا (مسیحی امت۔ اسلم) میں بہت سے غیر یہودیوں اور وہ بھی یہودیت قبول کئے بغیر، کی شمولیت اور یسوع کی موسیٰ سے برتر ہونے کی تعلیم عیسائیت کو نیا مذہب سمجھنے والوں کو مکمل طور پر حق بجانب قرار دیتی ہے“ (ڈپلو صفحہ ۸۳۳ کالم ۱)

یعنی پولوس کا مذہب، موجودہ عیسائیت، یہودیت، تورات یا مسیح کے مذہب سے جدا اور نیا مذہب ہے۔ مسیح سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

(iv) اگر اب بھی پولوس کے مذہب کی حقیقت سمجھنے میں کوئی کسر باقی ہو تو شائقین پروفیسر ڈین کے ان الفاظ کو غور اور توجہ سے پڑھیں ”پر معنی طور پر یہاں بیان کیا گیا ہے کہ شاگرد، پہلے انطاکیہ ہی میں مسیحی کہلائے۔ یہ نام یروشلم میں رکھنا ناممکن تھا۔ کیونکہ وہاں سب کے سب شاگرد یہودی تھے اور غیر اقوام والے تمیز نہیں کر سکتے تھے کہ دیگر یہودیوں سے کس طرح

مختلف ہیں“ (خلاصہ تاریخ بائبل مصنفہ پروفیسر بی ایس ڈین ایم اے ایڈیٹر بی ایل ٹرنر صفحہ ۱۸۶ کالم ۲)

(۷) انسائیکلو پیڈیا نے لکھا ”پولوس کے ہاتھوں میں مسیحیت ایک نیا مذہب بن گیا جو مقامی اور قومی معنوں سے مکمل طور پر آزاد اور تمام دنیا کی ضروریات کے لئے موزوں تھا۔ جبکہ یہ امور ابھی تک اس کے ساتھ منسلک تھے۔ اس نے مسیح میں ایک خدائی روح کو دیکھا جو آسمان سے گھنگاروں کی زندگیوں تبدیل کرنے کے لئے اتری تھی۔ ابتدائی شاگرد جس بادشاہت کی باتیں کر رہے تھے پولوس کے نزدیک وہ روح القدس میں راستی امن اور مسرت تھی (رومیوں ۱۴: ۷) ایک نیا طریق زندگی تھی، یہودی ریاست نہیں تھی۔“ (انسائیکلو پیڈیا برٹیکا مطبوعہ ۱۹۶۰ء جلد ۵ صفحہ ۶۰۶ کالم ۱)

پولوس کے ہاتھوں مسیحیت کا ایک نیا مذہب بن جانا ممکن بھی تھا کیونکہ ”ابتدا ہی میں عیسائیت کا واسطہ ان لوگوں سے پڑا جو مسیح کی ذات اور مشن کو غلط رنگ میں پیش کرتے تھے“ (انسائیکلو پیڈیا برٹیکا مطبوعہ ۱۹۷۴ء جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۷۴ کالم ۱)

مسیح کی پیروی کی صورت میں تو ایک پہلے سے بنا بنایا اور تیار شدہ مذہب یہودیت اور ضابطہ حیات تورات موجود تھا۔ لیکن پولوس تورات کا سخت دشمن تھا۔ اس کے نزدیک شریعت کمزور اور بے فائدہ تھی (عبرانیوں ۷: ۱۸) ’لعنت تھی (گلیتوں ۳: ۱۳)۔ ان حالات میں موجودہ مسیحیت یا صحیح تر اصطلاح میں پولوسیت کے مذہبی عقائد و عبادات ’رسوم‘ رواجات اور عیدیں غرضیکہ سارے کا سارا مذہبی ڈھانچہ دیگر اقوام اور مذاہب سے ماخوذ و

مستعار ہے۔ تمام امور و معتقدات بت پرست فلسطینی، مصری، کلدی یا بابلی مذاہب، مستحضر ازم، ہندو مت، بدھ مت، زرتشت اور رومی اور یونانی مذاہب سے اپنائے گئے۔ بائبل کے مندرجات مذکورہ بت پرست مذاہب کی تعلیمات پر مبنی ہیں۔ پولوسیت یونانی مذاہب اور فلسفہ کی بالخصوص احسان مند ہے۔

مسیحیت یونانیت ہے: انسائیکلو پیڈیا رقمطراز ہے ”یہ حقیقت ہے کہ ابتدائی شاگرد مسیح کی تعلیمات کی عالمگیری کے علمبردار نہ تھے۔ وہ پرانے ضابطوں (تورات کے احکام و رسومات۔ اسلم) ہی کے مشتاق تھے لیکن پولوس نے رویا کے ذریعے بنیادی حقیقت کو پایا اور اس سلسلہ میں مسیح کا حقیقی ترجمان بن گیا۔ نتیجہ یہ کہ یہودیوں نے مسیحیت کو رد کر دیا اور مسیحیت رومی سلطنت کا فاتح مذہب بن گیا۔ اس طرح اسے دور رس نتائج والے اصلاح و ترمیم کے عمل سے گذرنا پڑا“ (انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا مطبوعہ ۱۹۶۰ء جلد ۵ صفحہ ۶۳۲ کالم ۲)

آگے چل کر یہی فاضل مقالہ نگار لکھتا ہے ”مسیحیت ایک نئی دنیا میں پہنچی جہاں یونانی نظریات چھائے ہوئے تھے۔ ناگزیر طور پر مسیحی تعلیم نے نئی شکل اختیار کی۔ درحقیقت بالکل تبدیل ہو گئی۔ جب چوتھی صدی میں سلطنت روم نے مسیحیت اختیار کر لی تو بڑی جدوجہد سے دنیا میں مسیح کی باوشاہت قائم کرنے کا نظریہ یکسر غائب ہو گیا بس ناقابل التفات گروہوں کا ایمان رہ گیا۔ اس طرح پس منظر یہودیت سے یونانیت میں تبدیل ہو گیا یہی حال بنیادی مذہبی تصورات کا ہوا (ایضاً صفحہ ۶۳۳ کالم ۱)

قصہ کوتاہ ”مسیح کی تعلیم اور شخصیت یونانی فلسفہ کے ڈھانچے میں ف

کردی گئیں" (صفحہ ۶۳۵ کالم ۱)
 مزید لکھا ہے "مشرقی لوگوں کے روی دنیا میں پہنچنے نے عیسائیت کو نئی
 شکل دی" (ایضاً صفحہ ۲۳۶ کالم ۱)

اس ضمن میں ایک اور حوالہ مطالعہ فرمائیں "فلو (ایک یونانیت زدہ
 یہودی فلاسفر۔ اسلم) وغیرہ نے اس مذہبی فلسفہ کو ترقی دی جس پر مسیحی دین
 کی بنیاد سمجھی جاتی ہے" ("مشرق کی نابود شدہ تہذیب" مطبوعہ پنجاب ریسرچ
 بک سوسائٹی لاہور مطبوعہ ۱۹۵۷ء صفحہ ۷۷)

مسیحیت میں مشہور یونانی فلاسفر افلاطون کے فلسفہ کو گہرا عمل دخل
 حاصل ہے۔ پادری منیلی لکھتے ہیں "اس میں شک نہیں کہ افلاطونیت نے
 بہتوں کے لئے مسیحیت کی راہ تیار کی" (ہماری کتب مقدسہ مصنفہ پادری
 جی ٹی منیلی ایم اے ترجمہ پروفیسر جے ایس امام الدین اور مسز کے ایل ناصر
 مطبوعہ ۱۹۸۱ء صفحہ ۳۹۲)

مسیحیت کی یونانی خصوصیات : انسائیکلو پیڈیا میں یونانی مذہب کے
 تعارف میں لکھا ہے کہ "یونانی مذہب : یہ زمانہ بہ زمانہ جگہ بہ جگہ اور
 غالب ہے کہ طبقہ بہ طبقہ بھی مختلف ہوتا تھا۔ کہیں پسماندہ تو کہیں ترقی
 یافتہ۔ تاہم بعض صفات ہمیشہ مستقل موجود رہیں۔ پہلے یہ مذہب انسانی
 صفات خدا سے منسوب کرنے اور کئی خدا ماننے پر مشتمل تھا۔ متعدد دیوتاؤں
 کی پوجا کی جاتی تھی جن کی شکل انسانی ہوتی تھی۔ ذہنی لحاظ سے بھی زیادہ تر
 انسان ہی ہوتے تھے۔ وہ بے آرزو نہیں تھے۔ نہ ہی اخلاقی لحاظ سے عام
 انسانی کمزوریوں سے پاک ہوتے تھے۔ اس مذہب کی دو ہزار برس پر محیط

تاریخ بتاتی ہے کہ ان امور پر جاری و ساری خیالات بھی تغیر پذیر تھے۔ عموماً دیوتاؤں کی باقاعدہ شکلیں ہوتیں۔ شاعری یا آرٹ انہیں باقاعدہ صورتیں دیتے۔ بہت سے دیومالائی قصے ان سے منسوب تھے۔ ان باتوں کا ماننا کوئی ضروری بھی نہیں تھا۔ معتقد کو ماننے یا اپنے حسب ذوق تبدیل کرنے کا اختیار ہوتا تھا“ (انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا مطبوعہ ۱۹۶۹ء جلد ۱۰ صفحہ ۸۸۶ کالم ۱) مزید لکھا ہے ”بت پرست باطنی مذاہب (جو یونان میں مروج تھے۔ اسلام) کے باقاعدہ تحریر شدہ عقائد نہیں ہوتے تھے۔ ہر عبادتی حلقہ اپنے قواعد و ضوابط وضع کرنے اور دوبارہ تبدیل کرنے میں آزاد تھا (انسائیکلو پیڈیا مطبوعہ ۱۹۸۵ء جلد ۲۳ صفحہ ۷۰۶ کالم ۲)

سولہویں صدی عیسوی میں تحریک اصلاح کلیسیا کی وجہ سے مسیحی دنیا پر سے پوپ روم کی سرداری کو دھچکا لگا۔ پروٹسٹنٹ تحریک اٹھی جس سے مسیحی دنیا رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ فرقوں میں بٹ گئی۔ اول الذکر فرقہ پر حسب سابق پوپ کا اقتدار باقی رہا پروٹسٹنٹ فرقے کیتھولکوں کے ساتھ اتحاد سے محروم ہیں۔ ہر ملک میں ان کی اپنی اپنی خود مختار اور مخصوص شکل مروج ہے۔ کلیسیائے انگلستان کی حیثیت ممتاز ترین ہے۔

لیکن اس سے کہیں یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ پروٹسٹنٹ عیسائیت کا ملک بہ ملک اختلاف عیسائیت میں کوئی نئی چیز ہے درحقیقت تحریک اصلاح کلیسیا سے پیشتر متفقہ پاپائی سرداری کے دنوں میں بھی مسیحیت میں یونانی مذاہب و مذاہب اور ان سے متاثر ہونے کا یہ پہلو واضح شکل میں نظر آتا ہے۔ مثلاً ۱۵۹۷ء میں اسٹین بشپ آف کنٹربری کے سامنے انگلستانی کلیسیا کو متعدد

مسائل درپیش تھے۔ اس نے پوپ گریگوری اعظم کو ان امور پر روشنی ڈالنے کے لئے لکھا۔ پوپ روم نے جواب دیا ”برادر! تم جانتے ہو اور تمہیں کلیسیا روم کا دستور جس میں تم نے پرورش پائی خوب یاد ہے۔ میری منشاء یہ ہے کہ تم کوئی بہتر دستور انگریزی یا فرانسیسی یا کسی دیگر کلیسائی نظام سے جو خدا کی نظر میں بھلا ہو اپنا لو اور وفاداری سے انگریزی کلیسیا کو ہر بہتر دستور کی جو تم دوسری کلیسیاؤں سے پاؤ تعلیم دو۔ کیونکہ یہ کلیسیا ایمان میں نو آموز ہے۔ کسی جگہ کے نام کو قاعدہ سمجھ کر محبت نہ کرو۔ کیونکہ جگہ کا نام بہتر اصولوں سے بنتا ہے۔ اس لئے ہر کلیسیا سے بھلائی، حقانیت اور راستی کی باتیں چن لو اور ان کو متحد کر کے انگریزی ذہن کو اس میں تعمیر کرتے جاؤ۔ سو اس طرح سے انگریزی کلیسیا کی بنیاد مقدس اسکسٹن و گریگوری کے وسیلہ سے پڑی۔ شاہ ولیم فاتح کے زمانہ میں کلیسیاء انگلستان کی آزادی اور دیگر ممالک کلیسیا کا روم سے الحاق منظور ہوا۔ ۱۲۱۵ء میں قرار دیا گیا کہ کلیسیائے انگلستان ایک آزاد کلیسیا ہے اور وہ کسی دوسری کلیسیا کے تابع نہیں (تفصیلات ”تواریخ کلیسیائے“ ”رومتہ الکبریٰ“ مصنفہ و مولفہ پادری خورشید عالم مطبوعہ ۱۹۶۱ء صفحات ۳۰، ۷۸، ۱۲۵)۔

مروجہ عیسائیت کے تغیر پذیر عقائد بارے یونین تھیولوجیکل سمینری نیویارک کے ایسوسی ایٹ پروفیسر فریڈرک سی گرانٹ لکھتے ہیں ”مسیح کو مجسم خدا کا بیٹا، خدا کا مکاشفہ دینے والا اور انسانوں کا نجات دہندہ سمجھنا کبھی کلیسیا کا مشہور نظریہ تھا۔ پر اب ایسی باتوں کو کوئی نہیں مانتا“ (انسائیکلو پیڈیا امریکنہ مطبوعہ ۱۹۸۱ء جلد ۱۶ صفحہ ۴۵ کالم ۲)

فی زمانہ بھی اگرچہ کاتھولک عیسائیوں پر پوپ روم کی سرداری اور بزرگی کا پرچم لہراتا ہے تاہم حالات و معاملات پر پہلا تسلط اور کنٹرول نہیں رہا۔ آئے دن پوپ کی سیادت کے خلاف کیتھولک علماء کی آوازیں سننے میں آتی ہیں۔ علاقائیت کا رنگ بھی گہرا ہوتا جاتا رہا ہے اور روبہ ترقی ہے۔

”جریدہ نیشنل کیتھولک رپورٹر“ کے ایک سروے کے مطابق بہت سے کیتھولک مسیحی اس نظریہ کے قائل ہیں کہ اچھا کیتھولک بننے کے لئے پوپ کی تعلیمات کو ماننا ضروری نہیں ہے۔ مثلاً اعداد و شمار کی رو سے ۷۰ فیصد کا ایمان ہے کہ وہ اتوار کو گر جا گھر گئے بغیر بھی اچھے عیسائی بن سکتے ہیں۔ ۶۶ فیصد محسوس کرتے ہیں کہ اچھا کاتھولک بننے کے لئے برتھ کنٹرول سے متعلق کلیسا کی تعلیم ماننا لازمی نہیں۔ ۵۷ فیصد کی رائے ہے کہ طلاق اور شادی کے معاملات میں پاپائی احکام کی پابندی ضروری نہیں۔ اگرچہ ۵۵ فیصد دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ کبھی بھی مذہب کو خیر باد نہیں کہیں گے۔ صرف ۱۳ فیصد نے کہا کہ یہ ان کی زندگی کا نہایت اہم حصہ ہے“ (اویک ۷۰: ۱)

”ریاستہائے متحدہ امریکہ کے رومن کیتھولک علماء مذہبی تعلیمات کی وضاحت کے لئے زیادہ آزادی کے واسطے جدوجہد کر رہے ہیں۔ آخری اطلاعات کے مطابق علماء کی قوی کانفرنس نے اس مسئلہ پر ۵۹ کے مقابلہ میں ۲۰۵ ووٹوں سے پوپ کی پالیسی کو رد کر دیا ہے وہ پر عزم ہیں کہ نئی پالیسی وضع کی جائے۔ ایک عالم نے پوپ روم کی تجویز کو ایسی پرانی کار سے تشبیہ دی ”جس پر خواہ کتنا ہی پیسہ خرچ کریں قابل استعمال نہیں ہو سکتی“ (اویک ۷۰: ۴)

”پسین کو کبھی رومن کیتھولک عیسائیت کا گڑھ سمجھا جاتا تھا۔ اب مذہب پسندی کا گہوارہ نہیں رہا۔ نوجوانوں کے ہاں کیتھولک عیسائیت کی حیثیت محض ایک لیبل سے زیادہ نہیں رہی۔ مبصرین کی رائے میں اب مذہب کا استعمال شادی، بیاہ اور ماتمی رسومات تک ہی محدود ہے۔ حتیٰ کہ مقدس ہفتہ کے جلوس مذہبی تقدس کی بجائے عوامی اجتماعات کے عکاس ہوتے ہیں۔ مرنے والے پادریوں کی جگہ لینے والے نصف بھی نہیں ہوتے۔ ایک تہائی آبادی باقاعدگی سے عبادت کرتی اور پوپ کو منزه عن الخطاء سمجھتی ہے۔ کیتھولک تعلیمات کے برعکس عورتیں مانع حمل ادویات و آلات استعمال کرتی ہیں۔ ہر سال ۱،۰۰،۰۰۰ اسقاط حمل اور ۲۹،۰۰۰ طلاقیں ہوتی ہیں۔“ (اویک ۷۰: ۹)

عیسائیت سے پہلے کی دنیا

”مختلف مذہبی عقائد اور عمل باہم خلط ملط تھے۔ اگرچہ آسانی کی خاطر ان میں تمیز ضروری ہے لیکن سب سے پہلے ہمیں یہ جاننا چاہیے کہ غیر یہودی دنیا میں مذہب اور اخلاقیات کا ساتھ ساتھ چلنا ضروری نہیں تھا۔ پرہت کا کام روایتی رسوم کی ادائیگی اور ”علاقہ کے دیوتا“ تک رسائی تھا۔ اس کا نیک ہونا کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ شروع شروع میں مسیحیت قبول کرنے والے، بت پرستوں کی بجائے، مختلف فلسفوں سے دلچسپی رکھنے والے تھے۔ مبلغین انجیل کے لئے یہ چیز بڑی مفید مطلب تھی کہ مذہب کا دور دورہ تھا اور بہت کم لوگ نظریاتی طور پر منکرین خدا تھے“

عیسائی ٹھیٹھ بت پرست ہیں

یہ ایک الم نشرح حقیقت ہے کہ اگر ایک خدا نہیں مانو گے تو تمہیں بہت سے خدا ماننے پڑیں گے۔ ہم اس اصول کی روشنی میں عیسائیت کا واجبی سامطالعہ کریں گے۔

سوال: خدا کی نافرمانی کر کے خدا کا پہلا حکم کون توڑتے ہیں؟

جواب: جو خدا اور اس کے اولیاء یا ان کی نشانیوں اور بتوں کی

مناسب عزت نہیں کرتے“ (Teaching P.360)

حالانکہ پہلا حکم تھا ”میرے حضور تو غیر معبودوں کو نہ

ماننا“ (خروج ب ۲۰)

عیسائی اس حکم کی کھلم کھلا نافرمانی کرتے ہیں اور اسے

اس حکم کی تعمیل قرار دیتے ہیں یا للعجب!

تشکیث پوجا: بنیادی طور پر عیسائیت مسیح پوجا کا مذہب ہے جو بائبل کے

دس حکموں میں مندرجہ بالا پہلے حکم کو توڑتا ہے۔ مسیح کو پوجنے کے ساتھ

ساتھ روح القدس خداوند اور تثلیث اقدس کے حضور بھی دعائیں کی جاتی ہیں:

”اے خدا آسمانی باپ ہم پر رحم کر
 اے خدا بیٹے جہان کے نجات دہندہ ہم پر رحم کر
 اے روح القدس خدا ہم پر رحم کر
 اے ثالث واحد خدا ہم پر رحم کر“

(کیتھولک عبادت کی کتاب ترمیم شدہ ۱۹۷۳ء صفحہ ۶۹۳)

مریم پوجا: ”رومن کیتھولک عیسائیوں کی عبادت میں مریم پوجا بتدریج تثلیث اقدس پوجا کی جگہ لے رہی ہے۔“ (Teachings, P.327) ”رومن کیتھولک عبادتی کتابوں میں مریم سے ایسے الفاظ میں دعائیں کی جاتی ہیں کہ خدا پوجا اور مریم پوجا میں امتیاز انتہائی مشکل ہے“ (Teachings P.324) -
 کاتھولک دعا ”لگوری“ میں ہر کیتھولک روزانہ رات کو یہ دعا کرتا ہے
 ”انتہائی رحمیل ماں میں تیرے حضور سجدہ ریز ہوتا ہوں اور تجھ میں تیرے بیٹے کی پوجا کرتا ہوں“ (ایضاً صفحہ ۳۲۵)

یوسف پرستی: بائبل کی رو سے حضرت مریم، یوسف کی منگیتر تھیں

(انجیل متی ۱: ۱۸)۔ اے بھی دعاؤں میں پکارا جاتا ہے ”اے حضرت یوسف ہم تنگی میں تیری طرف رجوع کرتے ہیں..... تیری حمایت بھی بھروسہ کے ساتھ طلب کرتے ہیں..... ہم تیرے حضور التجا کرتے ہیں کہ تو اپنی طاقت اور فیض سے ہماری حاجت پوری کرے گا“ (ایضاً صفحہ ۳۴۳)

اولیاء پرستی: رومن کیتھولک رحمت، مدد، رہنمائی اور حفاظت کے لئے علی الاعلان مقدسین سے دعا کرتے ہیں (ایضاً صفحہ ۳۴۴)

چند دعائیں درج ذیل ہیں:

”اے مقدس فرشتو اور مقرب فرشتو ہمارے واسطے دعا کرو۔

اے سب مبارک ارواح کے مقدس طبقو

ہمارے واسطے دعا کرو۔

اے تمام پاک امامو اور نبیو

ہمارے واسطے دعا کرو۔

اے کل مقدس رسولو اور انجیل نویسو

ہمارے واسطے دعا کرو۔

اے خداوند کے بھی مقدس شاگردو

ہمارے واسطے دعا کرو۔

اے کل مقدس معصومو

ہمارے واسطے دعا کرو۔ (کیتھولک عبادت صفحات ۹۳، ۹۵)۔

تبرکات پوجا: ”پروٹسٹنٹ مسیحی فوت شدہ اولیاء اور شہداء کی نشانیوں کا احترام کرتے ہیں لیکن وہ بے شمار اور جعلی تبرکات مثلاً مسیح کی صلیب کے ٹکڑوں، اس کے چغہ، کھانے سے بچی ہوئی ایک روٹی، مقدسہ کنواری مریم کے نقاب، رسولوں کی ہڈیوں وغیرہ سے دھوکہ کھانے والے نہیں ہیں۔ رومن کیتھولکوں نے انہیں محفوظ کر رکھا ہے اور پوجا پاٹھ کی حد تک ان کی عزت کرتے ہیں۔“ (Teachings P.364)

صلیب پوجا: رومن کیتھولک صلیب بھی پوجتے ہیں۔ چند دعائیں! ”اے خداوند مسیح! ہم تیری صلیب کی پوجا کرتے ہیں اور تیرے عظیم دکھوں کا تہوار مناتے ہیں۔“

”مسیح کے پجاری صلیب کی معزز ٹرائی کی ہمیشہ پرستش کرتے ہیں۔“ اے صلیب! تو ہماری اکلوتی امید ہے۔ نیکوکاروں کو بہت زیادہ برکت دیتی ہے۔ مجرموں کے گناہ دھو ڈالتی ہے۔“

اے صلیب! اپنی حمد کے لئے اکٹھے ہونے والے حاضرین کو ضرور بچالے“ (ایضاً صفحہ ۳۶۹)

مسیحی اپنی کتب مقدسہ کی پہلی پانچ کتابوں کو تورات کہتے ہیں۔ اس میں شریعت موسوی بیان ہوئی ہے۔ عیسائی تورات کو مقدس اور مستند مانتے ہیں لیکن قابل عمل نہیں گردانتے اے لعنت کہتے ہیں (گلاٹیوں ۳: ۱۳)۔ اس

کی تذلیل و توہین کرتے اور مذاق اڑاتے ہیں۔ تاہم اس کے دس احکام کو واجب التعمیل سمجھتے ہیں۔ دوسرا حکم ہے ”تو اپنے لئے کوئی تراشی ہوئی مورت نہ بنانا“ نہ کسی چیز کی صورت بنانا جو اوپر آسمان میں یا نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے پانی میں ہے۔ تو ان کے آگے سجدہ نہ کرنا اور نہ ان کی عبادت کرنا کیونکہ میں خداوند تیرا غیور خدا ہوں“ (خروج ب ۲۰)

قارئین کرام کیتھولک و پروٹسٹنٹ عیسائیوں کی بت سازی، بت بازی اور بت پرستی سے خوب واقف ہوئے۔ مقدسہ مریم، صلیب پر لٹکے ہوئے مسیح کے فوٹو اور مجسمے تمام مسیحی گھروں میں موجود ہوتے ہیں۔ ان کے پادری علماء، راہبن اور راہبات ہر وقت گلے میں صلیب لٹکائے پھرتے ہیں۔ پوپ کے عصا پر مسیح مصلوب بنا صاف نظر آتا ہے۔ یہ سب مذکورہ حکم کی صریح خلاف ورزیاں ہیں۔ مسیحی، دنیا کی سب اقوام سے بڑھ چڑھ کر بت پرست ہیں۔

معجزہ نمابت: پادری ہیرس لکھتے ہیں ”رومن کیتھولک عبادتی کتاب میں بتوں سے متعلق بکثرت روایات ملتی ہیں جن میں بتایا جاتا ہے کہ وہ معجزے کرتے ہیں، آنسو بہاتے ہیں۔ اپنی آنکھیں کھولتے اور بند کرتے ہیں، خون کے آنسو روتے ہیں۔ یونانی اور رومی بتوں کے بارے میں اسی طرح کی کہانیاں اور داستانیں سننے میں آتی ہیں۔ بھارت میں ہندو پرست ان دنوں بھی انہیں دہراتے ہیں۔ لیکن خوش اعتقاد اور جذباتی لوگ ہی ان کے جھانے میں آتے ہیں۔ رومن کیتھولک کلیسیا کانوں کے کچے پن کی عکاسی کرتی ہے۔

متعدد بتوں بارے اعتقاد ہے کہ وہ معجزانہ قوتوں کے مالک ہیں مثلاً شیرخوار مسیح کابت، بمبینو، جو رام کے گرجا آرا کالی میں رکھا ہوا ہے، مفروضہ کے مطابق اپنے پجاریوں کو برکت دیتا ہے۔ سینٹ اگسٹینو۔ گرجا گھر میں ایک ایسا ہی بت جو کنواری مریم اور شیرخوار مسیح کا ہے اس کے متعلق بھی یہی دعویٰ کیا جاتا ہے۔ پوپ پائیس ہفتم نے اس مورتی کے پاؤں چومنے والوں کو سودنوں کا معافی نامہ دیا تھا۔ لادل، فرانس اور پولینڈ کے مقامات کا بس اور کراکو میں مقدس یوسف کی معجز نما مورتیاں بھی موجود ہیں۔

گرجاؤں اور عبادت گاہوں میں مریم نے اپنے خدا بیٹے مسیح کی میت اٹھائی ہوئی ہے۔ ان کے دیدار سے بے شمار رحمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ خاص برکتوں کے آرزو مند کسی ایسی مورتی کا ۹ یا ۳۰ مرتبہ دیدار کر کے مریم کی پرزور سفارش کے وسیلہ سے مطلوبہ شے کی دعا کرتے ہیں" (P.36)

(Teachings)

تصویر پرستی: پادری ہیرس نے مزید لکھا "کنواری مریم کی پرستش کے ساتھ ساتھ مقدسوں اور فرشتوں کی پرستش بھی شروع ہو گئی۔ جن سے خدا کے حضور سفارش کی درخواست کی جاتی تھی کہ وہ خطرات سے محفوظ رکھیں۔ پانچویں صدی میں ان کی تصاویر گرجاؤں میں لگائی گئیں۔ ان کے سامنے بتیاں جلانا، بخور جلانا اور ان کو بوسہ دینا، آخر کار پرستش ہونے لگ گئی۔" (تواریخ مسیحی کلیسیا صفحہ ۲۹۹)

عیسائیت نئی بت پرستی

تاریخ کلیسیا کے مشہور امریکی محقق پروفیسر فشر لکھتے ہیں ”مسیح کی پیدائش کے دور میں مذہب اقوام کی حالت ایک نئے مذہب کے تعارف اور اشاعت کے لئے سازگار تھی۔ جو اپنی فطرت کے اعتبار سے تمام نسل انسانی کے لئے موزوں ہو..... پرانے دیو مالائی مذاہب جن کی بنیاد مظاہر قدرت کی پوجا تھی، زوال کا شکار ہو چکے تھے اور باشعور طبقہ پر سے اپنی گرفت گنوا بیٹھے تھے۔ یہ خلا پر کرنے کو کچھ نہیں تھا۔“ (History P.7)

خدا معلوم مذہب کے معاملہ میں پت پرستوں کی عقل گھاس چرنے کو کیوں چلی جاتی ہے! مذکورہ مسیحی دعویٰ کو ہی لیجئے۔ چلے ناکہ فضا ایک نئے مذہب کی طلبگار تھی مگر سوال یہ ہے کہ عیسائیت نے آکر دنیا کو دیا کیا؟ یہی ناکہ قدیم بت پرست مذاہب کے منجبات کو اپنے اندر سمو لیا۔ اگر ذرا ہمت سے کام لیا جائے تو عیسائیت کے تمام کے تمام عقائد و عبادات، رسوم، روایات، رواجات، نظریات، افکار، ایک ایک اصطلاح، تعمیرات حتیٰ کہ خوراک و لباس تک کا کھوج بت پرستوں اور بالخصوص یونانیوں کے ہاں مل سکتا ہے۔ ان کی کتب مقدسہ نے اہم مندرجات کی تہ میں کوئی نہ کوئی بت پرستی ضرور مخفی ملے گی۔

”خلا پر کرنے“ سے پہلے سے موجود بت پرست مذاہب میں ”مسیحیت“ کا اضافہ ہو گیا۔ کروڑ ہا بتوں اور دیوتاؤں اور خداؤں میں ایک نئے بت، ایک نئے دیوتا، ایک نئے خدا، مسیح کا اضافہ ہو گیا۔ پہلے ہر شہر اور ہر قوم کا اپنا اپنا دیوتا ہوتا تھا۔ البتہ اب مسیح دیوتا ساری مسیحی دنیا کا خدا

خود پروفیسر فشر کو اقبال ہے ”انجیل کے چھائے ہوئے غیر روحانی نظریات کی وجہ سے گروہ در گروہ بت پرستوں نے پرانا مذہب (بت پرستی-اسلم) چھوڑ کر نیا مذہب (مسیحیت-اسلم) اپنا لیا اور یہ تبدیلی محض نام ہی کی تھی“ (یعنی وہ رہے بت پرست کے بت پرست ہی تھے-اسلم) (P.110)

(History,

پادری ہیرس لکھتے ہیں ”ہزار ہا لوگ مسیحی کلیسیا میں شامل ہونے لگ گئے تھے۔ ایسے مسیحیوں میں اکثر نام ہی کے عیسائی تھے“ (تواریخ مسیحی کلیسیا صفحہ ۲۴۹)۔

عیسائیت کے ”تمام نسل انسانی کے لئے موزوں“ پن کا دعویٰ بھی خوب رہا۔ جہاں گئے وہاں کے ہو کے رہ گئے۔ وہیں کے طور اطوار، مذہبی رسوم اور دیوتا پوجنے شروع کر دیئے۔ گنگا گئے تو گنگا داس، جمنا گئے تو جمنا داس۔

اہل نظر خوب جانتے ہیں کہ یہ سب چوٹیں ہیں یہودیت اور تورات پر جو کبھی بھی ”تمام نسل انسانی کے لئے موزوں“ نہیں ہو سکتی تھیں۔ عیسائیت یونانی فلسفہ ہے: اب چند مسیحی دعاوی کا تجزیہ کیا جاتا ہے: دعویٰ: ”افلاطون کی فلاسفی کا بلند روحانی سہاؤ انجیل کے ماحول سے ہم آہنگ ہے“ (فشر صفحہ ۱۱)

”رومی بادشاہ نیرو کے استاد سینیکا (۳ ق م تا ۶۵ء) نے خدا کی شخصیت اور اگلی زندگی کی حقیقت کو واضح طور پر پیش کیا جبکہ اس فلاسفر کے متعدد اصول انجیل کی علم مزاجی کے آئینہ دار ہیں“ (فشر صفحہ ۱۲)

تجزیہ : افلاطون (۳۲۹ تا ۳۴۸ قبل مسیح) اور سینیکا دونوں یونانی فلاسفر مسیح سے پہلے ہو گزرے تھے۔ انجیل ان کے بعد انہیں یونانی فلاسفروں کے زیر اثر لکھی گئی۔ اس لئے دعویٰ کے الفاظ یوں چاہئیں تھے کہ ”انجیل کا ماحول افلاطون کی بلند روحانی سہاؤ والی فلاسفی سے ہم آہنگ ہے اور ”انجیل کی حلم مزاجی اس فلاسفر کے متعدد اصولوں کی آئینہ دار ہے۔“

”خدا کی شخصیت“ والا مسیحی تصور، مسیحیت کی ماں، یہودیت والا نہیں ہے۔ مسیحیت نے استاد سینیکا قسم کے فلاسفروں (بالخصوص افلاطون) سے مستعار لیا تھا۔ یہودیت میں آئندہ زندگی کا کوئی تصور نہیں تھا۔ یہودی کتب مقدسہ کی اصل الاصول موجودہ تورات آئندہ زندگی ایسے اہم عقیدہ سے یکسر خالی ہے۔ عیسائیت میں اگلی دنیا کا جو بھی لولہ لکڑا تصور رائج ہے یونانیت ہی کا مرہون منت ہے۔

آگے چل کر پروفیسر مذکور خود ہی تسلیم کرتے ہیں کہ ”عیسائیت پر افلاطون کا فلسفہ چھایا ہوا تھا آکسٹین اور اوریجن یونانی فلسفہ میں رنگے ہوئے تھے“ (صفحہ ۱۲۲) جبکہ ”یہودی فلاسفر فلو کے واسطے سے افلاطون کا فلسفہ، یہودی فلسفہ، موسیٰ اور انبیاء کی تعلیمات میں خط ملط ہو چکا تھا۔ یونانی فلاسفروں کے نظریات یہودی کتب مقدسہ میں راہ پا چکے تھے“ (صفحہ ۷۱)۔ واضح ہو کہ عیسائیت پر ایک دور وہ بھی آیا جب ”بائبل اور آباء کلیسیا پس پشت ڈال دئے گئے اور اپنے مذہبی عقائد کے اثبات میں یونانی فلاسفر ارسطو کے اقوال منزہ عن الخفاء حیثیت سے پیش کئے جاتے تھے“ (صفحہ ۲۱۵)۔ اسے کہتے ہیں جن وہ جو سرچڑھ کر بولے۔

دعویٰ: ”ظہور انجیل کے زمانہ میں فلسفہ‘ نئے افلاطونی مکتب فکر کے ہاتھوں‘ ہمہ اوست میں ڈھل چکا تھا۔ آزاد خیالی اور مذہبی قواعد کے انتخاب کا دور دورہ تھا۔ مختلف اقوام کے عقائد و عبادات سے مستحبات کو مخلوط کرنے کا رجحان عام تھا“ (صفحہ ۱۲)

تجزیہ: ”ہمہ اوست“ کہ کائنات خدا ہے‘ خدا کائنات ہے‘ کائنات اور خدا ایک ہی چیز ہیں‘ مسیحی مسلمات کا ایک جزو ہے۔ اور جیسا کہ پیشتر ازیں وضاحت کی جا چکی ہے مسیحیت دوسری اقوام اور مذاہب سے مانگے مانگے کے عقائد و عبادات پر مشتمل ہے۔ ایک یونانی مذہب ہے۔ دیگر یونانی بت پرست مذاہب کا ہم شرب و ہم مزاج ہے۔

مسیحیت کی بت پرستی کا کھلے بندوں اعتراف

پادری ہیرس نے لکھا ”کلیسیا کی روحانی حالت بہت بگڑ گئی ایسی کہ بیان کرتے شرم آتی ہے۔ مسیحی بت خانوں میں جا کر نمازیں ادا کرنے لگے۔ دیوتاؤں کے لئے پریسٹ (پروہت۔ اسلم) کا کام بھی شروع کر دیا۔ رومی دیوتاؤں کی قربانیوں میں بھی شریک ہونے لگے۔ مسیحی عورتوں نے پوجاریوں سے شادیاں کیں۔ نپاکی بہت بڑھ گئی“ (تواریخ ۲۹)

پادری سی جی فائڈر اپنی مشہور ترین تصنیف ”میزان الحق“ کے صفحہ ۲۸۴ پر رقم طراز ہیں ”آخر کار تقریباً ۳۱۴ء میں شہنشاہ قسطنطین نے مسیحی دین کو قبول کیا۔ اگرچہ اس کا بیسنسہ کئی سال کے بعد ہوا۔ اس وقت مسیحی لوگوں نے ظلم و ستم سے نجات پائی لیکن اس کا نتیجہ یہ بھی ہوا

کہ بہت سے حقیقی دلی تبدیلی اور مناسب تعلیم کے بغیر کلیسیا بھی شامل ہو گئے۔ ان میں بہت سے ایسے ساتھ بت پرستوں اور بے دینوں کے خیالات و عقائد کو لیتے آئے اور اس سے بتدريج دین میں بدعتیں پھیلتی گئیں۔ کتب مقدسہ کا مناسب اور ٹھیک طور سے مطالعہ نہیں ہوتا تھا۔ ولی پرستی کی ترویج و اشاعت ہو گئی۔ بہتوں کی محبت ٹھنڈی ہو گئی اور دین نے ر و حانیت و پاکیزگی کو کھو کر ظاہر پرستی اور ظاہر داری کی صورت اختیار کر لی۔ ریاکاری اور جھگڑے فساد کی گرم بازاری ہو گئی اور بدعتیں بڑھ گئیں۔ خدا اور انسان سے محبت رکھنے کے عوض میں یہ بہت سے بہتسمہ یافتہ غیر مسیحی ایک دوسرے سے نفرت کرتے اور ریت اور رسوں کے بارے میں جھگڑتے بلکہ ایک دوسرے کو ستانے لگے۔ لہذا ان میں سے بہت سے مملک گناہ میں مبتلا ہو گئے اور بہتوں نے مریم پرستی اور بت پرستی کو جاری کر دیا۔ یہ سب کچھ خدائے پاک کی نظر میں نہایت نفرت انگیز تھا۔ لہذا جس طرح سے خدا نے اہل بابل و اسیریا اور اہل مقدونیہ و روم کو بنی اسرائیل کی گو شمالی کے لئے استعمال کیا جبکہ وہ گناہ اور بت پرستی میں گرفتار ہو گئے تھے۔ اسی طرح مشرق کی بدعتی کلیسیاؤں کو سزا دینے کے لئے خدا نے اہل عرب کو اپنی تلور کے طور پر استعمال کیا۔“

ہم مشاہیر مسیحی علماء کی زبانی ڈنکے کی چوٹ ناقابل تردید، بدرجہ کمال مسکت دلائل اور خوب خوب وضاحتوں سے ثابت کر آئے ہیں کہ قسطنطنیہ کے دور سے بت پرستی اور یونانیت کی دلدلوں میں پھنسی ہوئی عیسائیت آج تک ان سے نکل نہیں سکی ہے۔ چھٹکارا پانے کی بجائے زیادہ

ایک تصحیح، ایک اعلان

”میزان الحق“ کے صفحہ ۲۲۶ پر لکھا ہے ”اس میں شک نہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام میں مسیحیوں میں عام لوگ بہت بے علم اور بڑی بڑی غلطیوں میں مبتلا تھے۔ مریم طاہرہ اور مقدس لوگوں کی پرستش کرتے تھے۔ جیسے کہ زمانہ حال کے بے علم مسلمان اولیاء کی قبروں کی زیارت کو جاتے ہیں لیکن جیسے کوئی عالم یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان کا یہ فعل قرآن کی تعلیم کے موافق ہے ویسے ہی کوئی صاحب علم اب یہ خیال نہیں کر سکتا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام کے بعد علم مسیحیوں کی غلطیاں بائبل کی تعلیم کو پیش کرتی ہیں۔“

ہماری صرف اتنی گزارش ہے کہ اس زمانہ کے سب کے سب عیسائی ”بے علم“ تھے۔ بت پرست تھے۔ ساری کی ساری مسیحی کلیسیا (مسیحی امت) بے علم تھی۔ بت پرستی کے یونانی سیلاب میں بھی جا رہی تھی۔

ہمیں صد فیصد یقین ہے کہ ہمارے قارئین پادری صاحب کے ”اب“ سے دھوکہ نہیں کھا سکتے۔ انہیں خوب علم ہے کہ ”بے علم مسیحیوں کی غلطیاں“ حسب سابق و بدستور تاحال جاری و ساری ہیں اور مسیحیوں کی بت پرستی الم نثر ہے

اپنے ہم بہانگ و بل اعلان کرتے ہیں کہ واقعہ ”بائبل بے علم مسیحیوں کی غلطیاں پیش کرتی ہے۔ بائبل بت پرستی کی تعلیم سے

لبریز ہے۔ بائبل کے کثیر بیانات مصری، بابلی، رومی، یونانی، ہندی اور فلسطینی بت پرستیوں کے منہ بولتے شواہد و شہکار ہیں۔ بائبل بڑے بڑے قدیم بت پرست مذاہب کے عقائد و افکار اور عبادات و رسوم کی امین اور وارث ہے۔ بائبل بت پرستی کی مبلغ ہے۔ بائبل بت پرستانہ نظریات کا مجموعہ ہے۔

حرف آخر۔ عیسائیوں کی بت پرستی پر دو مسیحی گواہیاں

”مسیح یہودی تھا۔ اس کا مشن موسیٰ کو ملنے والی شریعت، تورات، کا احیاء تھا۔ یہودیوں نے اجتماعی طور پر مسیح کا انکار کیا۔ ایک مسیح دشمن یہودی پولوس کی سازشوں سے مسیح کو بت پرست اقوام میں متعارف کرایا گیا جہاں مسیح کا مشن برباد ہوا۔ بت پرست یونانیوں نے مسیح کو بھی اپنے دیوتاؤں کا سا ایک دیوتا سمجھا اور اسے پوجنے لگے۔ انسائیکلو پیڈیا رقم طراز ہے ”اصولی لحاظ سے پروٹسٹنٹ تحریک کا مشن ابتدائی عیسائیت کی طرف واپسی ہے۔ جہاں تک ہم معلوم کر سکتے ہیں رومن کاتھولک کلیسائی اور مذہبی عقائد کا نظام مسخ شدہ ہے۔ کیونکہ خارجی بلکہ بت پرست عناصر داخل ہو چکے ہیں یہاں تک کہ مسیح کا مذہب پس پردہ چلا گیا ہے یا غائب ہو گیا ہے“ (انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا مطبوعہ ۱۹۶۰ء جلد ۵ صفحہ ۶۳۵ کالم ۲)

عیسائیت کے مکمل طور پر بت پرستی میں مستغرق ہونے کے ضمن میں

مشہور امریکی جریدہ ”واچ ٹاور“ لکھتا ہے ”مسیحی دنیا‘ بت پرستی میں سب کو مات دے گئی ہے۔ مقام افسوس ہے کہ تاریخ اور کتب مقدسہ کی طرف سے بت پرستی کی حماقت کا راز فاش کئے جانے کی شہادت کے باوجود مسیحیت کے دعویدار دنیا بھر میں خدا کی مخلصانہ تلاش میں بتوں کو پوج رہے ہیں“
(واچ ٹاور ۱۱۳: ۱۲)

امید واثق ہے کہ عیسائیت کے اصولی طور پر بت پرست مذہب ہونے کا اتنا سا تاریخی مطالعہ کافی رہے گا۔ بشرط زندگی، صحت و عافیت اور فرصت بائبل کی بت پرستانہ تعلیمات کا تجزیہ مستقبل میں کسی وقت کریں گے۔ ان شاء اللہ تبارک و تعالیٰ۔

اب ہم رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ مسیحیوں کی مریم اور مسیح پرستیوں کا مطالعہ کریں گے۔ واللہ الموفق تبارک و تعالیٰ۔

پاکستان نعمت رب جلیل ہے
بھارتی مسلمانوں کی حالت زار سے سبق سیکھیں
اور پاکستان کی نعمت عظمیٰ کی قدر کریں

ہنگلہ دیش کی مفلوک الحالی اور بھوک ننگ سے عبرت پکڑیں اور رہے سے پاکستان کی یک جہتی اور سلامتی کے لئے ہر ممکن کوشش کریں۔

یہ جان لیجئے کہ ہندو، مسلمانوں اور پاکستان کے ازلی اور ابدی دشمن ہیں

عیسائیوں کی بت پرستی مریم اور مسیح پوجا کی روشنی میں

مسیحی دنیا دو بڑے فرقوں میں منقسم ہے۔ رومن کیتھولک قدیمی فرقہ ہے۔ اس کا سربراہ پوپ ہے جو اٹلی کے شہر روم میں رہائش پذیر ہے۔ سولہویں صدی کے شروع میں کئی مسیحی علماء نے متعدد مسائل پر پوپ روم سے اختلاف کیا۔ جرمنی کا مارٹن لوتھر ممتاز ترین تھا۔ ۱۵۲۱ء کے لگ بھگ اس کے پیروکاروں کو پروٹسٹنٹ پکارا گیا۔ پروٹسٹنٹ رومن کیتھولک سے تھوڑے ہیں۔ فی زمانہ پروٹسٹنٹ فرقوں کی تعداد ۲۵ ہزار سے زائد ہے۔

عیسائیت کا بنیادی پتھر مسیح پوجا ہے۔

رومن کیتھولک مسیحی، مسیح کی ماں مریم طاہرہ کو بہت عزت و احترام کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں جبکہ پروٹسٹنٹ مسیحی، مسیح کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔

ذیل میں مریم اور مسیح پوجا کا سادہ سا مطالعہ پیش ہے۔

مقام مریم

(۱) ”ہر زمانے کی خاتون مبارک مقدسہ مریم کی سفارش سے یسوع نے پانی کو مے میں تبدیل کر کے میزبان کی پریشانی کو خوشی میں بدل دیا۔ مقدسہ ماں مریم نے ہمیشہ بنی نوع انسان کے لئے ایک بہترین شائستہ اور وکیلہ کا کردار ادا کیا ہے۔ دنیا کی خاتون اول اماں حوا اگر موجب گناہ بنی تو خاتون مبارکہ نے حوا کے گناہ کو دھو کر خدا کے نجات بخش منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ اس لئے ہم مسیحوں کے لئے واجب ہے کہ ہم مقدسہ ماں مریم کی تعظیم کریں۔ اس کے قدموں میں آکر اپنے نیک ارادوں کی تکمیل کے لئے اس کی سفارش چاہیں۔“ (نقیب ستمبر ۱۸۷۷ء)

المذہب: شادی کی دعوت میں شراب ختم ہو گئی تو مسیح نے چھ منگے پانی کو عمدہ مے میں تبدیل کر دیا۔ اسے مسیح کا پہلا معجزہ قرار دیا جاتا ہے (انجیل یوحنا باب ۲)

(۲) ”مقدسہ مریم باپ کے ہم ذات بیٹے کی زمینی ماں ہے۔ نجات کی تکمیل میں یہ اس کی فیاض ساتھی ہے۔ وہ فضل کی صورت میں ہماری ماں ہے“ (نقیب ایضاً)

(۳) ”مریم نہ صرف پرورش کرنے والی خدا کی ماں بنی بلکہ وہ لامثنیٰ رتبہ کے ساتھ بھی شریک ہے“ (نقیب ایضاً)

(۴) ”جو بچہ مقدسہ مریم سے پیدا ہوا وہ خدا ہے۔ اس لئے وہ خدا کی

ماں ہے۔ خدا کی ماں کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ خدا کے بیٹے کی الوہیت مقدسہ مریم کے پاس بطن میں شروع ہوئی تھی۔ جس طرح ہم اپنی ماں کے پیٹ میں شروع ہوتے ہیں، ایسے نہیں۔ الوہیت ہمیشہ سے ہے۔ صرف اس کی انسانیت مقدسہ کے پاک بطن میں شروع ہوئی تھی اور وہ صرف خدا بیٹے کی ماں ہے۔ خدا باپ اور خدا روح القدس کی ماں ہرگز نہیں ہے۔ خدا باپ کی تو وہ سب سے لائق بیٹی ہے اور روح القدس کی روحانی دلہن ہے، کیونکہ روح القدس کی الہی قدرت سے مسیح مقدسہ مریم کے پاک بطن میں پیدا کیا گیا تھا۔ پس مقدسہ مریم کے پاک تثلیث کے ساتھ یہ رشتے ہیں کہ وہ خدا کی بیٹی ہے، خدا بیٹے کی ماں ہے اور خدا روح القدس کی روحانی دلہن ہے۔“ (ایضاً)

(۵) ”وہ بے داغ حمل میں لی گئی تھی۔ اس کا بیٹا بھی نہ خون نہ جسم کی خواہش سے نہ انسان کے ارادہ بلکہ خدا سے پیدا ہوا۔“ کنواری سے پیدائش کی کتاب میں ہے کہ ”کئی لوگ جو یسوع کی کنواری سے پیدائش کو نہیں مانتے اور یہ کہتے ہیں کہ یونانی اور مصری اور ہندی طیسوں نے بہت سی نظریں لکھی ہیں کہ کبھی بغیر باپ کے بھی بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ بعض عورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ بحکم قادر مطلق ان میں دونوں طاقتیں یعنی عاقدہ و منعقدہ پائی جاتی ہیں۔ ہندوؤں کی کتابوں کے الفاظ چندر بنی اور سورج بنی درحقیقت انہیں امور کی طرف اشارہ ہے۔“

لیکن یہ صرف قصے اور افسانے ہیں اور دیومالائی کہانیوں کے کردار ہیں۔“ (نقیب ستمبر ۱۸۷۷ء)

(۶) ”کلمۃ اللہ مسیح خداوند متقدس کے بے نظیر پیدائش پر اعتراضات انگریزوں، یسائی، پین، والٹر، سلس اور سر سلفس کرتے رہے ہیں۔ ان کے نقش قدم پر چلنے والے اکثر مسیحی بھی کہتے ہیں کہ یسوع مسیح کی بے نظیر فوق الفطرت پیدائش نہ ماننے سے مسیحی مسئلہ نجات میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ کہتے ہیں قیصر اوگوستس اور ہرکولیس بھی تو کنواری عورت سے پیدائش ہوئے تھے۔ مگر وہ بھول جاتے ہیں کہ جب قیصر اور اوگوستس کی والدہ اپولو کے مغدر میں سوئی ہوئی تھی تو دیوتا سانپ کی صورت میں اس کے پاس آیا تھا اور اس وصل کا پھل آکٹوس یعنی قیصر اوگوستس تھا۔ جس کے عہد میں حضرت کلمۃ اللہ نے جنم لیا۔ اس شخص اور اس کے کارنامے تواریخ کلیسیا کا حصہ ہیں۔ پھر اسی طرح الیکٹروں کی بیٹی الیمپی پر جیو پیٹر دیوتا عاشق ہو گیا اور اس کے سانپ کی صورت میں وصل سے ہرکولیس پیدا ہوا جسے دنیا کا مضبوط ترین انسان سمجھا جاتا ہے“ (”نقیب“ کرسمس نمبر ۸۷ء)

(۷) ”خدا نے انسانی شکل اختیار کرنے اور انسانی جسم کو پرورش دینے کے لئے کنواری مریم سے خوراک حاصل کی“ (نقیب ۵۶: ۸۷)

(۸) ”رومن کیتھولک کلیسیا کا بنیادی طور پر عقیدہ اور ایمان المسیح خداوند کی بے پدر پیدائش، مقدسہ مریم کا بے داغ حمل، مقدسہ مریم کا المسیح کی تولید کے بعد ہمیشہ کے لئے کنواری، معجزات، المسیح خداوند کی کفارہ خیز موت، آپ کا مردوں میں سے بڑی قدرت کے ساتھ آسمان پر اٹھایا جانا، آمد ثانی، برزخ، دوزخ اور بہشت وغیرہ پر ہی ہے“ (”نقیب“ یکم اگست ۱۹۹۰ء)

مسیح کے بھائی اور بہن

”خدا کی وہ ذات جو پہاڑ، اینٹوں کی ہیکل جس میں اس کا ظہور ہو برداشت نہیں کر سکتی کہ کوئی انسان اس حرمت اور پاکیزگی کو داغدار کرے یہ ناممکن ہے کہ جس بطن اطہر میں خدا کی ذات نے بسیرا کیا ہو۔ کوئی خاکی انسان اس کے قریب جانے سے پہلے جل نہ جائے گا۔ ایسی بات خدا کی شان جلالی، الوہیت، وحدانیت اور کبریائی کے خلاف ہے اور خدا کی ذات کے مقابلہ میں انسان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

دوسرا اعتراض کہ انجیل اربعہ میں مسیح خداوند کے بھائیوں کا ذکر ہے (متی ۱۳: ۵۵، لوقا ۸: ۱۹، مرقس ۳: ۳۳) تو یہ بات بھی اناجیل سے ثابت ہوئی ہے کہ خداوند کے کچھ شاگرد اس کے رشتے دار بھائی تھے۔ اس کے شاگرد یعقوب اور یسوداہ بن حلفائی جس کی بیوی کا نام بھی مریم تھا اور جسے دوسری مریم کہا گیا ہے (متی ۲۷: ۶۰، ۲۸: ۱) وہ مقدسہ مریم کی بہن تھی (یوحنا ۱۹: ۲۵) اس لئے یعقوب اور یسوداہ اس کے خالہ زاد بھائی تھے اور اس کی خالہ (دوسری مریم) بھی اکثر اس کے ساتھ رہا کرتی تھی۔ جس سے یہ مغالطہ پیدا ہوتا فطری امر تھا کہ وہ مسیح خداوند کے بھائی ہیں۔ ورنہ مسیح خداوند کا نہ کوئی ہم بطن بھائی تھا اور نہ بہن تھی اور اس کی مسیح خداوند نے خود بوقت مصلوب ترید کر دی۔ کیونکہ اگر اس کا کوئی اور بھائی ہوتا تو وہ مقدس یوحنا کو اپنی ماں کی سپرداری نہ سونپتا“ (”نقیب“ یکم ستمبر ۱۹۴۰ء)

المذاہب: رومن کیتھولک مقدسہ مریم کے سدا کنوار پن کے قائل ہیں اور انجیلوں میں مسیح کے بھائیوں بہنوں کو اس کے رشتے کے بھائی بہنیں قرار دیتے ہیں۔

صعود مریم

”معراج مریم کی سچائی کے بھید کی پوپ پائیس بارہویں نے توضیح کی اور ویٹی کن مجلس دوم نے اس اقرار کی تائید و تجدید کرتے ہوئے کلیسیا کے ایمان کو واضح کیا۔ ”وہ موروثی گناہ سے محفوظ رکھی گئی۔ بے داغ کنواری مریم اپنے زمینی سفر کے اختتام پر بدن اور روح سمیت جلالی آسمان پر اٹھالی گئی۔ وہ خداوند کی قدرت سے سربلندی کی گئی اور کل کائنات کی ملکہ بنی تاکہ وہ زیادہ طور پر اپنے بیٹے کے ساتھ موافق ہو جائے“ (نقیب ستمبر ۱۹۷۷ء)

”کنواری مریم کے آسمان پر اٹھائے جانے کا عقیدہ کہ کنواری مریم بوقت وفات یا تین دن بعد بمعہ جسم و روح آسمان پر اٹھالی گئی تھی۔ سب سے پہلے جعلی کتب مسیحی کتب مقدسہ میں چوتھی صدی کے آخر میں وارد ہوا۔ گریگوری آف طورس (متوفی ۵۹۰ء) مغربی کلیسیا میں پیش کرنے والا پہلا شخص تھا۔ اس رویہ کو مشرقی مسیحیت میں ساتویں صدی کے دوران عام مقبولیت حاصل ہوئی۔ ابرٹس میکس اور تھامس اکوئینس نے اس کا دفاع کیا۔ ۱۹۵۰ء میں پوپ پائیس بارہویں نے اسے باقاعدہ مسیحی عقیدہ کی حیثیت دی اور نئی عید مقرر کی۔ مسیحی کتب مقدسہ میں اس عقیدہ کی کوئی گواہی نہیں ہے۔ کنواری مریم کی پوجا عام ہونے کا قدرتی نتیجہ ہے۔ مسیح، حنوک اور ایلہا کے آسمانوں کو چڑھ جانے کے ضابطہ کی تقلید ہے۔“

المذاهب: (۱) بائبل میں لکھا ہے ”اور حنوک خدا کے ساتھ ساتھ چلتا رہا اور وہ غائب ہو گیا کیونکہ خدا نے اسے اٹھا لیا“ (پیدائش ۵: ۲۴) مزید مرقوم ہے ”اور ایلیاہ بگولے میں آسمان پر چڑھ گیا“ (۲ سلاطین ۲: ۱۱) تفسیر میں ہے ”ایلیاہ بگولے میں آسمان پر چڑھ گیا جیسے ”خدا بگولے میں اتر اٹھا“ (339:2) (A New Catholic commentary on Holy Scripture : 1981)۔ ایک غیر مصدقہ یہودی روایت کی رو سے موسیٰ آسمان پر چڑھ گیا تھا۔ نیوجیروم تفسیر بائبل میں لکھا ہے ”موسیٰ کا صعود آسمانی“ Assumption of Moses کتاب گم ہو چکی ہے۔ اس کے حوالوں سے جوڑ میل کر کہانی بنتی ہے کہ اس میں میکائیل اور شیطان کے درمیان موسیٰ کی وفات کے بعد اس کی لاش سے متعلق کشمکش اور اسے آسمان کو اٹھائے جانے کا مذکور تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہوداہ کے عام خط فقرہ نمبر ۹ میں اس روایت کی طرف اشارہ ہے (صفحہ ۱۰۶۳ کالم ۱)۔ (۲) مذکورہ فقرہ اس طرح ہے ”لیکن مقرب فرشتہ میکائیل نے موسیٰ کی لاش کی بابت ابلیس سے بحث و تکرار کرتے وقت لعن طعن کے ساتھ اس پر نالاش کرنے کی جرات نہ کی۔“

(۳) بیسویں صدی کے دوسرے نصف میں چھپنے والی انگریزی بائبلوں سے پتہ چلتا ہے کہ جدید تحقیقات مسیح کے آسمانوں کو چڑھ جانے پر مشتمل انجیلی بیانات کو جعلی اور الحاقی بتاتی ہیں۔ مثلاً ایک تفصیلی بیان ’انجیل مرقس کے آخری ۱۲ فقرے‘ بائبل کے متن سے نکال دیا گیا۔

”پوپ پائس بارہویں نے ۱۹۵۳ء میں سال مریم کا اعلان کیا تاکہ مسیح کی ماں کی غیر معمولی پاکیزگی کو زیادہ اجاگر کیا جائے۔ جیسے کہ اس کے بے داغ حمل میں آنے کے بھید کا اظہار کیا گیا۔ (بعینہ ایک صدی پیشتر تعریف و توجیح اور اس کا معراج یعنی آسمان پر اٹھایا جانا)۔“

سیاق سابق میں مقدسہ مریم کے سال کا مطلب ہے کہ خبرداری سے کونسل کی دستاویز کو زیادہ بڑھایا جائے اور جو کچھ اس نے مبارک مریم خدا کی ماں کے بارے میں مسیح اور کلیسیا (مسیحی امت۔ اسلم) کے بھید میں بتایا اسے فروغ دیا جائے“ (”نقیب“ ستمبر ۱۹۷۷ء)

اردو پاکستان کا لسانی تشخص ہے لہذا اردو پڑھیں، اردو لکھیں اور اردو بولیں۔ تو میت پرستی، لسانی، تہذیبی، ثقافتی، نسلی، صوبائیت اور علاقائیت کے فتنوں اور لعنتوں کو پاکستان سے دور رکھیں۔

مریم پوجا

اب ہم فشر کی تاریخ کلیسیا سے مریم پوجا کے مختلف مدارج بیان کریں گے۔

”تاریخ کلیسیا کا تیسرا دور ۳۱۳ء تا ۵۹۰ء۔ مریم پوجا عام ہو گئی۔ اس کے سدا کنواری رہنے کا عقیدہ مسیحیوں میں زور پکڑ گیا۔ نستوری بحث کے دوران اس نے ”خدا کی ماں“ Mother of God کا نام پایا۔ پجاریوں کے دلوں میں سب ولیوں سے اونچے مقام پر فائز ہوئی۔ راہب، مریم پوجا کی ترویج کے بالخصوص مشتاق تھے۔ عیسائی عوام اس کی اور اس کے بعد اولیاء کی سفارش کے آرزومند تھے۔ مسیح سے ایسی جسارت نہیں کرتے تھے جس کی شان بڑھاتے بڑھاتے اسے انسانیت سے محروم کر چکے تھے۔“

”چوتھا دور ۵۹۰ء تا ۸۸۰ء: نئی عیدیں منائی جانے لگیں۔ اہم ترین تہوار مریم کے صعود آسمانی یا اُس کا معجزانہ طور پر آسمان کو چڑھ جانا تھا۔ یہ چیز ایک بناوٹی روایت میں مذکور تھی، جسے طورس کے گریگری نے پذیرائی بخشی“ (صفحہ ۱۲۰)

”چھٹا دور ۷۲۳ء تا ۱۲۹۳ء: زیادہ سے زیادہ مریم پوجا باقاعدہ عوامی اور ذاتی عبادت کا حصہ بن گئی۔ بارہویں صدی میں مریم کے پیدائشی گناہ سے معصوم ہونے کا عقیدہ بھی چل نکلا۔ فرانسکن فرقہ مریم کو عزت دینے میں بالخصوص سرگرم تھا۔ انہوں نے اس نظریہ کو قبول کیا۔ ڈومینیکن لوگوں نے اسے رد کیا یہ اختلاف مدتوں قائم رہا۔“ (صفحہ ۲۲۶)

”لوگ کنواری مریم کو سب اولیاء سے زیادہ پوجتے تھے۔ اس کی عقیدت میں گرجاؤں کی روز افزوں تھی۔ اور قرون وسطیٰ کے آغاز سے ہی خدائی عزتوں تک پہنچ رہی تھی۔ ذوق و شوق نے اسے تصوراتی ہستی بنا دیا۔ امراء جوش و خروش سے اسے پوجتے اور لڑائی میں اس سے مدد مانگتے۔ بڑے بڑے گرجوں میں ہماری خاتون Our Lady پوجنے کو الگ عبادت گاہ بنائی جاتی۔ بے شمار مذہبی گیتوں میں بڑے بڑے خطابات سے مریم کی تعریف کرتے اور اسے خدا کے بیٹے سے بھی بڑھا کر پیش کیا جاتا تھا“ (صفحہ ۲۲۹)

”نواں دور۔ ۱۶۳۸ء تا ۱۸۸۷ء: مریم پوجا عروج پر ہے۔ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ مختلف مقامات پر مریم کے ظہور کی برکت سے معجزات سرزد ہوتے ہیں۔ لوگ وہاں جوق در جوق پہنچتے ہیں“ (صفحہ ۵۴۲)

(History of the Christian Church by Prof. Dr. George Park Fisher: 1888)

المذاہب: قسطنطنیہ کا بشپ نستور یس مریم کو ”خدا کی ماں“ اور ”خدا کو جنم دینے والی“ God begetting نہیں مانتا تھا۔ مجسم الہی کا منکر تھا یعنی اس کے نزدیک مسیح مجسم خدا نہیں تھا۔ مسیح کو خدا سے الہام پانے والا انسان مانتا تھا۔ ”خدا انسان بنا“ - God - made - man ماننے سے انکاری تھا۔ واضح ہو کہ تثلیث کی طرح سوال یہاں بھی مسیح کی ذات کے تعین کا تھا۔

نستور یس کو بدعتی قرار دیا گیا۔ بے چارا جلاوطنی کے دن گزارتا ۴۳۰ء میں مر گیا۔ آج کل نستوری فرقہ کے مسیحیوں کی تعداد ایک لاکھ تین ہزار ہے۔ یہ لوگ عراق، ایران، شام اور امریکہ میں رہتے ہیں (تفصیلات (۱) فشر

کی تاریخ کلیسیا باب چہارم (۲) انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا مطبوعہ ۱۹۶۹ء جلد ۲
صفحہ ۲۵۱ تا ۲۵۳

مریم سے دعائیں

”سلام اے ملکہ رحم کی ماں! ہماری زندگی۔ ہماری شیرینی اور ہماری امید۔ تجھے سلام۔ ہم حوا کے جلاوطن فرزند تیرے آگے چلاتے ہیں۔ اس آنسوؤں کی وادی میں ہم روتے اور ماتم کہتے ہوئے تیرے سامنے آہ کھینچتے ہیں۔ پس اے ہماری وکیلہ۔ ہماری طرف اپنی پر رحم نگاہ کر اور ہماری اس جلاوطنی کے بعد ہم کو اپنے رحم کا مبارک پھل یسوع دکھلا۔ اے رحم دل۔ اے مہربان۔ اے شیریں کنواری مریم۔“

”اے مریم کے بیداغ دل ہمارے لئے دعا کر“ (کیسٹوک عبادت کی کتب صفحہ ۵۱)

”یاد رکھ! اے نہایت رحیم کنواری مریم کبھی نہیں سنا گیا کہ کوئی بھی جو بھاگ کر تیری حفاظت میں آیا، جس نے تیری مدد کی درخواست کی اور تیری سفارش طلب کی، وہ بغیر مدد پائے رہ گیا ہو۔ اس یقین سے حوصلہ پا کر اے کنواریوں کی کنواری اور میری ماں! میں تیرے پاس آتا ہوں۔ میں اپنے گناہوں میں دبا ہوا اور غمگین تیرے سامنے کھڑا ہوں۔ اے مجسم کلمہ کی والدہ! میری عرضوں کو حقیر نہ جان۔ مگر اپنے رحم سے میری دعا سن اور قبول کر۔ آمین۔“

”اے خدا کی پاک ماں! ہم تیری پناہ میں آتے ہیں۔ ہماری اپنی ضروریات کی طلبی کے وقت ہماری التجاؤں کو حقیر نہ جان بلکہ ہم کو ہمیشہ سب خطروں سے بچا اے جلالی اور کنواری۔ آمین“ (صفحہ ۸۷)

”اے پر جلال کنواری! جس کو الہی حکمت نے چنا ہے تاکہ مجسم کلمہ ازل کی ماں، الہی فضلوں کی خزانچی اور گنہگاروں کی شفیع ہو۔ میں تیرا سب سے ملاق خادم تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ اس آنسوؤں کی وادی میں میری رہنمائی اور ہدایت کر۔ اپنے الہی بیٹے کے بیش قیمت خون کی خاطر مجھے گناہوں کی معافی، میری روح کی نجات کے لئے سب ضروری وسائل دلا دے۔ پاک کلیسیا کو اس کے دشمنوں پر فتح بخش دے اور کل جہان پر یسوع مسیح کی حکومت پھیلا دے۔ آمین۔“

”اے مریم جو بے داغ اس دنیا میں آئی تو میرے لئے یہ فضل حاصل کر کہ میں گناہ سے خلاصی پاؤں اس دنیا سے کوچ کروں۔ اے مقدسہ مریم ہم کو دوزخ سے محفوظ رکھ۔“

اے خدا کی ماں کنواری مریم یسوع کے پاس میرے لئے دعا کر۔ اے مریم فضل کی ماں ہم کو دشمن سے محفوظ رکھ اور موت کے وقت ہم کو قبول کر۔

اقدس کنواری مریم خدا کی ماں کا پاک اور بے داغ حمل میں لیا جانا مبارک ہو۔

اے مریم جو بے داغ حمل میں لی گئی ہے ہمارے واسطے جو تیری طرف رجوع کرتے ہیں دعا کر۔

اے مریم کے شیریں دل میری نجات ہو۔“ (صفحہ ۸۹)

”اے مریم یسوع کی شفیق والدہ! اپنی مہربان شفاعت سے ہماری عاجزانہ نذر یسوع سے منظور کرا اور ہمارے لئے اس کا فضل اور برکتیں حاصل کر۔

اے مقدس یوسف۔ یسوع اور مریم کے پاک محافظ! اپنی دعاؤں سے ہماری روحانی اور دنیوی ضرورتوں میں ہماری مدد کرتا کہ ہم ابد آلاہد مریم اور تیرے ساتھ یسوع اپنے نجات دہندہ کو مبارک کہیں اور اس کا شکر ادا کریں۔“ (صفحہ ۹۲)

اگر

آپ یہودیت اور عیسائیت کے وسیع گہرے اور جدید مطالعہ کتب سابقہ کی روشنی میں قرآن مجید کی تفسیر و حقانیت ہندوؤں کے مملک عزائم اور سرگرمیوں اور اسلام و پاکستان دشمن عناصر کی دسیہ کاریوں سے باخبر رہنا چاہتے ہیں تو

ماہنامہ ”المذاہب“

ملک پارک شہد رہ لاہور مطالعہ فرمائیں

ایڈیٹر: محمد اسلم رانا گولڈ میڈلسٹ

سالانہ زر تعاون

پاکستان، مبلغ ۷۰ روپے

بیرون ملک، ۲۰ امریکی ڈالر

۱۵ برطانوی پاؤنڈ

۸۰ سعودی ریال

ہر قسم کی خط و کتابت بنام ”محمد اسلم رانا“ کی جائے

کیا بت پرستی یہی نہیں ہے؟ (۱)

تعارفی نوٹ: خوابیں اور روئائیں دیکھنا بت پرستوں کا شیوہ ہے۔ معمولی بیداری کی حالت میں بھی انہیں بہتیرا کچھ نظر آیا کرتا ہے۔ وہ بہت کچھ سنا بھی کرتے ہیں۔ یہودی کتب مقدسہ (بالخصوص حزقی ایل اور دانی ایل) میں ایسی کثیر تحریریں موجود ہیں۔ انجیل مرقس میں مسیح بارے لکھا ہے ”اور جب وہ پانی سے نکل کر اوپر آیا تو فی الفور اس نے آسمان کو پھٹتے اور روح کو کبوتر کی مانند اپنے اوپر اترتے دیکھا اور آسمان سے آواز آئی کہ تو میرا پیارا بیٹا ہے۔ تجھ سے میں خوش ہوں“ (انجیل مرقس ۱: ۱۰، ۱۱)۔ اسی طرح انجیل لوقا میں ہے کہ مسیح کے شاگردوں پطرس اور یوحنا اور یعقوب نے مسیح کو موسیٰ اور ایلیاہ سے باتیں کرتے دیکھا تھا جس پر پطرس نے مسیح سے پہاڑ پر ان تینوں کے لئے الگ الگ ڈیرے بنانے کی اجازت طلب کی تھی (لوقا ۹: ۲۸-۳۶)۔ مزید برآں مسیح نے پکارا ”اے باپ! اپنے نام کو جلال دے۔ پس آسمان سے آواز آئی کہ میں نے اس کو جلال دیا ہے اور پھر دوں گا۔ جو لوگ کھڑے سن رہے تھے انہوں نے کہا کہ بادل گر جا اوروں نے کہا کہ فرشتہ اس سے ہمکلام ہوا۔ یسوع نے جواب میں کہا کہ یہ آواز میرے لئے نہیں بلکہ تمہارے لئے آئی ہے“ (انجیل یوحنا ۱۲: ۲۸-۳۰)

کیسٹھولک مسیحی، مریم پوجا کا بے انتہا ذوق و شوق رکھتے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ بزم خود گا ہے گا ہے مریم مقدسہ انہیں نظر آتی رہتی ہے۔ مریم کے ظہور کی ایسی کچھ کہانیاں درج ذیل ہیں۔ شاید پاکستان میں ایسا ظہور کبھی

This Book Is Presented

by

W W W.Only1Or3.c o m

OR

WWW.OnlyOneOrThree.com

OR

www.ToheedYaTaslees.com

OR

www.Only1OrThree.com

OR

www.OnlyOneOr3.com

**Visit for more Books reading online
and downloading free**

This Book Is Presented

by

W W W.Only1Or3.c o m

OR

WWW.OnlyOneOrThree.com

OR

www.ToheedYaTaslees.com

OR

www.Only1OrThree.com

OR

www.OnlyOneOr3.com

**Visit for more Books reading online
and downloading free**

سے مبارک ماں کے مجسمہ کو تاج پہنایا گیا۔“ (”نقیب“ ستمبر ۱۹۸۷ء)

(۳) وسطی امریکہ کے جان ڈائیگو اور اس کی بیوی بت پرستی کو خیرباد کہہ کر مسیحیت کے حلقہ بگوش ہوئے ایک دن وہ گرجا گھر جا رہا تھا کہ اچانک اس نے گلے کی آواز سنی اور جونہی اس نے پہاڑی کے بالائی حصہ کی چوٹی کی طرف نظر اٹھائی تو کیا دیکھتا ہے کہ پہاڑی پر نور برس رہا ہے جس میں سے سریلی آواز میں اس کا نام پکارا جا رہا ہے ”جان ڈائیگو - جان ڈائیگو“۔ پہاڑی کی چوٹی پر پہنچ کر اس نے ایک خوبصورت اور حسین دوشیزہ دیکھی اور حیرانی سے اس کا نام پوچھا کہ آپ کون ہو؟

دوشیزہ نے جواب میں بتایا کہ میں مقدسہ مریم پاک کنواری خدا کی ماں ہوں..... جب بشپ صاحب نے کھیس پر نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہے کہ اس پر مقدسہ مریم کی تصویر نقش ہے۔ اب بشپ صاحب بھی دوزانو ہو گئے۔ جان کی آنکھوں کے سامنے پہاڑی کا دلکش نظارہ آگیا وہی حسین و پاکیزہ دوشیزہ سفید اور نیلے لباس میں ملبوس ہے جس کے گرد نور ہالہ کئے ہوئے تھا۔ کرامتی تصویر کے چہرہ پر کھیس کی سیون کا نام و نشان تک نہ تھا مگر باقی حصہ پر نظر آتی تھی پس بشپ صاحب اس انوکھے کھیس پر نقش تصویر کو اپنے گرجہ میں لے گئے اور ملازموں نے جان ڈائیگو کی خاطر مدارت کی۔

بشپ صاحب شہر کے حاکم اعلیٰ جان ڈائیگو کے ہمراہ کرامتی پاک تصویر کو اٹھائے ہوئے جلوس کے آگے آگے چل رہے تھے۔ اور ان کے پیچھے لوگوں کا جھوم تھا۔ اب وہ جلوس میں پاک گیت گاتے، ناچتے اور تیر چلاتے ہوئے پہاڑی کے گرجا تک پہنچے جو کہ شہر سے تقریباً ۴ گھنٹے کی

مسافت پر تھی۔ مگر راستہ میں اچانک کسی کو گھلے میں ایک تیر لگ گیا جس سے وہ مر گیا۔ فلور صاحب نے کرامتی تصویر پر گر گڑا ہٹ سے دعا کی اور گیت گائے اور وہ آدمی رحمل ملکہ کی بدولت معجزانہ طور پر اٹھ کھڑا ہوا۔ پاک تصویر کو گر جائیں رکھ دیا گیا۔ جان فائیگو نے اس کرامتی تصویر کے گرجہ کے پاس ہی ایک جھونپڑی بنالی اور اس میں رہائش پذیر ہو گیا۔
(نقیب ایضاً)

(۴) ”خاتون فاطمہ: فاطمہ ایک قصبہ کا نام ہے جو ملک پرنگال میں واقع ہے۔ جہاں پر مقدسہ مریم غالباً ۱۹۱۷ء میں وہاں کے تین بچوں لوسی، فرانس اور جینا پر بڑے حسن و جمال سے، جبکہ وہ پہاڑوں کی ڈھلوانوں پر اپنے گھلے چراتے تھے، کئی دفعہ ظہور پذیر ہوئی۔ ابتدا میں کلیسیا کے حکمرانوں اور دیگر اہل شہر کے بزرگوں نے ان بچوں کا یقین نہ کیا مگر ایک ایسا وقت آیا کہ بہتوں کے سامنے مقدسہ مریم اپنے مرغوب سفید اور نیلے لباس میں ملبوس ظاہر ہوئی۔ اب زیارت گاہ پر زائرین کا ہجوم لگ جاتا ہے جو اپنی کمزوریوں اور بیماریوں سے شفا پاتے ہیں“ (نقیب ایضاً)

(۵) لوریتو: ایک روایت کے مطابق لوریتو جو کہ ملک اٹلی میں واقع ہے وہاں ایک گھر میں مقدسہ مریم ظاہر ہوا کرتی تھی۔ لہذا اب مندرجہ بالا ظہورات مریم کی روشنی میں پاکستان کے مختلف تبلیغی مراکز میں مقدسہ مریم کی تعظیم و تکریم کے لئے زیارت لوروس کی یادگاری میں پہاڑیاں بنائی گئی ہیں۔ خاص طور پر زیارت مقدسہ مریم کا مقام مریم آباد ضلع شیخوپورہ میں بڑی دھوم دھام سے اہتمام کیا جاتا ہے جہاں ہزارہا لوگ آکر اپنی مناجات،

سفارشات اور منتیں مانتے اور فیضیاب ہوتے ہیں۔“ (لقیب ایضاً)

(۶): فیلا (ڈپ ۱) فلپائن کے شمالی قصبہ آگو میں کیتھولک مسلک کے ہزاروں عیسائی زائرین حضرت مریمؑ کا دیدار کرنے کی غرض سے جمع ہو رہے ہیں۔ قصبہ کو جانے والے تمام راستے ٹریفک سے بند ہو گئے۔ پولیس ذرائع کے مطابق درجنوں افراد بیہوش ہو گئے۔ اس جگہ پر چرچ کے ایک ۱۵ سالہ لڑکے نے دعویٰ کیا ہے کہ اسے ۱۹۸۹ء سے ہر ماہ کے پہلے ہفتے میں حضرت مریمؑ کا دیدار ہوتا ہے۔ رومن کیتھولک چرچ کے نمائندوں نے اس اطلاع پر انتہائی برہمی کا اظہار کیا ہے۔ فیلا کے آرک بشپ نے زائرین کو ہدایات دی ہیں کہ اگر آپ بھوکے ہیں تو کھانا کھا کر مجوزہ جگہ جائیے۔ آپ ہمیشہ حضرت مریمؑ کا دیدار کریں گے۔ (نوائے وقت ۹۳-۷۳)

المذاہب: ریگل سینما لاہور کے سامنے گرجا گھر کے صحن میں چھوٹی سی مصنوعی پہاڑی پر مریم مقدسہ کا سفید بت دیکھا جاسکتا ہے بت تک چڑھنے اور اترنے کے لئے الگ الگ دو راستے بنے ہوئے ہیں۔

شملہ پہاڑی سے ریلوے اسٹیشن کو جائیں تو ریلوے ہیڈ کوارٹر کے (شروع میں) بالمقابل ”مکڑ والے گرجا“ کے صحن میں چار دیواری کے ساتھ خود ساختہ پہاڑی پر بھی مریم طاہرہ کا بت موجود ہے۔ چونکہ پشت سڑک کی طرف ہے اس لئے پتہ نہیں چلتا۔

کیا بت پرستی یہی نہیں ہے؟ (۲)

(۱) ”چند گز کے فاصلے پر مقدسہ مریم کا مجسمہ تھا۔ وہ ہمت کر کے آگے

برہما اور رحمت ماں کے قدموں میں ڈھیر ہو گیا اسے یوں محسوس ہوا جیسے غموں کا بوجھ اس کے سر سے گر پڑا ہو“ (نقیب ستمبر ۶۸۷ء)

(۲) ”دوبئی (جنگ فارن ڈیسک)۔ آرلینڈ میں ۲۰ ہزار افراد نے اس وقت ایک جگہ جمع ہو کر خصوصی عبادت کی جب انہیں پتہ چلا کہ حضرت مریم کے مجسمہ میں حرکت ہوتی ہے۔ اس مجسمہ کا وزن ۱۵۳ کلوگرام ہے۔ سب سے پہلے ایک طالبہ نے مجسمہ میں حرکت دیکھی۔ اس کے بعد کئی افراد نے مجسمے کو اپنے بازو ہلاتے اور لرزتے دیکھا ہے“ (نقیب یکم ستمبر ۶۸۵ء)

(۳) ”مقدسین ہمارے ثالث ہیں، کیونکہ انہیں خداوند کی قربت حاصل ہے۔ ہم جب ان سے دعا کرتے ہیں تو جو کچھ مانگتے ہیں ان سے نہیں مانگتے بلکہ ان کے وسیلہ سے خداوند سے مانگتے ہیں۔ مقدسین میں مقدسہ مریم کا ایک منفرد مقام ہے کیونکہ اسے ہمارے خداوند یسوع مسیح کی والدہ ماجدہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ مقدسین کے میڈل، مجسموں اور تصاویر کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔ لوگ انہیں شوق سے خریدتے اور اپنے گھروں میں رکھتے ہیں۔ ہمیں یہ اصولی طور پر سمجھ لینا چاہئے کہ یہ ہمیں مقدسین کی یاد دلانے کے لئے ہیں۔ بالکل ایسے جیسے کہ ہمارے عزیز و اقارب اور دوست و احباب کی تصاویر ہمیں ان کی یاد دلاتی ہیں۔ ان کے ساتھ ہمیں توہم پرستی اور ضعیف الاعتقادی منسوب نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ خداوند نے جو ہمیں دس احکام صادر کئے ہیں ان میں سے پہلا حکم اس قسم کی باتوں سے منع کرتا ہے“ (نقیب یکم نومبر ۶۸۷ء)

المذہب: پہلا حکم اس طرح ہے:-

”میرے حضور تو غیر معبودوں کو نہ ماننا“

تو اپنے لئے کوئی تراشی ہوئی مورت نہ بنانا نہ کسی چیز کی صورت بنانا جو اوپر آسمان میں یا نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے پانی میں ہے۔ تو ان کے آگے سجدہ نہ کرنا اور نہ ان کی عبادت کرنا۔ میں خداوند تیرا خدا غیور خدا ہوں اور جو مجھ سے عداوت رکھتے ہیں ان کی اولاد کو تیسری اور چوتھی پشت تک باپ دادا کی بدکاری کی سزا دیتا ہوں“ (بائبل کی کتاب خروج باب ۲۰: ۵، ۳)

(۴) ”خانقاہ ڈوگراں سے چند کلومیٹر کے فاصلہ پر چک نمبر ۳ میں ایک مسیحی گاؤں مریم آباد واقع ہے۔ جہاں ہر سال زیارت مقدسہ مریم کا روحانی اجتماع ہوتا ہے۔ جس میں خیر سے کراچی تک ہزاروں زائرین مقدسہ مریم کی عزت و تکریم میں ہدیہ تبریک پیش کرنے کی غرض سے پیدل، بسوں، سائیکل سوار قافلوں کی صورت میں یہاں پہنچتے ہیں۔ مسٹر اینڈ مسز نسیم رضا بھی۔“

ہم مقدسہ مریم کی زیارت کو عرصہ بارہ برس سے آرہے ہیں۔ جو نیت سے مانگتے ہیں وہ مراد سال کے اندر اندر پوری ہو جاتی ہے۔ یونس مسیح!

میں گزشتہ سات برس سے مسلسل زیارت کے لئے آ رہا ہوں۔ اس بار ہم ۱۷ نوجوانوں کے ہمراہ سائیکل سواروں کے قافلہ کی صورت میں تقریباً ساڑھے نو گھنٹے سفر کرنے کے بعد یہاں پہنچے۔ میں نے گاؤں سے شروع ہونے والی سڑک سے پہاڑی تک تقریباً ایک کلومیٹر کی مسافت پیٹ اور

کمنیوں کے بل طے کی کیونکہ میری مراد پوری ہو گئی ہے۔ میری دعا سنی گئی ہے اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ مقدسہ ماں سے جو کچھ بھی صاف دل اور نیت سے مانگا جائے وہ ملتا ہے“ (نقیب ۱۶ اکتوبر ۱۹۹۰ء)

”ظہور کی ابتدا سے کچھ دیر پہلے سورج سے وابستہ حیرت انگیز معجزے ہوئے۔ ایک سفید طشتری سے ڈھکے سورج کو بغیر کسی تکلیف یا آنکھوں کو ضرر پہنچائے بنا دیکھا جاسکتا ہے۔ آگ کا ایک ہالہ سورج کے گرد دکھائی دیتا ہے اور آسمان کا رنگ کئی رنگوں میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ یہ تقریباً ہر روز کا معمول ہے۔

”لفظ ”میر“ جس کا مطلب کروشن زبان میں امن کہلاتا ہے آسمان پر دیکھا گیا تھا..... چالیس فٹ بلند کنکریٹ کی صلیب تاروں کی عجیب و غریب روشنیوں سے منور تھی جو کہ باقاعدہ روشن رہتی ہے۔ اس کے گرد اکثر ایک سنہری چمک دکھائی دیتی ہے..... ان سے ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے شفا یابی حاصل کی۔ کینسر سے شفا یابی اور بینائی بحال ہوئی۔ اپانج تندرست ہو گئے“ (نقیب یکم اگست ۱۹۹۰ء)

وطن عزیز پاکستان برصغیر میں اسلام کی بقا اور مسلمانوں کی سلامتی کا نشان ہے۔ اسلام مسلمانوں کے اتحاد اور پاکستان کی مضبوطی اور استحکام کا ضامن ہے بر شعبہ حیات میں اسلام کو مشعل راہ بنائیے اور سیکولرزم سوشلزم اور نیشنلزم وغیرہ تمام مردود اور ہندوانہ نظریات پر ہزار لعنت بھیجے۔

کیتھولک بت پرستی کی وکالت

رومن کیتھولک عیسائیوں کی بت پرستی سے واجبی سی واقفیت حاصل کی جا چکی ہے۔ اب انہیں اپنی بت پرستی کی وکالت کرتے ہوئے دیکھیں گے۔ رپورٹڈ فلور پروڈنٹ نے لکھا:

”بت پرستی کیا ہے؟ وہی عزت جو صرف خدا کا حق ہے کسی مخلوق کو دینا بت پرستی ہے۔ چنانچہ بت پرستی کا گناہ ہاتھ جوڑنے یا سر جھکانے یا گھٹنے ٹیکنے میں نہیں بلکہ دل میں ہے۔ یعنی اس بات میں کہ ہم نے اپنے دل اور اپنے خیال میں کسی مخلوق کو خدا بنایا اور اس کو وہی عزت دی جو صرف خدا کا حق ہے۔“

”بت سے پروٹسٹنٹ ہم پر بھی بت پرستی کا الزام لگاتے ہیں۔ کیونکہ ہم اپنے گرجوں اور اپنے گھروں میں تصویریں اور مورتیں رکھتے اور ان کی عزت کرتے ہیں۔ ان بے چاروں نے بت پرستی سے متعلق اتنا غلط پرچار کیا ہے کہ ان کو بت پرستی کا اصلی مطلب یاد نہیں رہا۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ کسی مذہبی تصویر کے سامنے دعا مانگنا اصلی بت پرستی ہے۔ خواہ وہ تصویر خداوند یسوع مسیح کی ہو اور دعا مانگنے والا اس کا سچا شاگرد ہو۔“

”بے شک کسی مورت کو خدا مان کر اسے سجدہ کرنا بت پرستی ہے۔ مگر کسی مورت یا تصویر کو سامنے رکھ کر خداوند یسوع مسیح کی پرستش یا اس کے مقدسین کی عزت کرنا بت پرستی نہیں۔“

”اصل میں پروٹسٹنٹوں کو ابھی تک اچھی طرح سے معلوم نہیں ہوا کہ نیا عہد اور نئی شریعت رائج ہو چکی ہے۔ تصویروں اور مورتوں کو استعمال کرنا یہودیوں کے لئے منع تھا۔ کیونکہ اس زمانے میں تصویروں اور مورتوں کے استعمال میں کوئی فائدہ نہیں تھا بلکہ بت پرستی کا بڑا خطرہ تھا۔“

”اس وقت خدا کی تصویر بنانے کا سوال نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ خدا ابھی تک انسان نہیں بنا تھا اور جتنی تصویریں اور بت تھے۔ وہ تمام جھوٹے دیوتاؤں کی تصویریں اور بت تھے۔ لیکن اب یہ حل بدل گیا ہے۔“

”اکثر پروٹسٹنٹ یہ سوال کرتے ہیں کہ کاتھولک لوگ جب ہندوؤں کی طرح تصویروں اور بتوں کی عزت کرتے ہیں تو دونوں میں کیا فرق ہے؟“

”ہم ان کو یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم تصویروں اور مورتوں کی عزت نہیں کرتے بلکہ خداوند یسوع مسیح اور اس کے مقدسوں کی عزت کرتے ہیں۔ تصویریں اور مورتیں خداوند یسوع مسیح اور اس کے مقدسین کو یاد کرنے کے وسائل ہیں۔ شاید کوئی پروٹسٹنٹ اس دلیل کا یہ جواب دے گا کہ ہندو بھی اس خیال سے اپنے بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ ہندو کس خیال سے اپنے بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔“

”لیکن فرض بھی کیا کہ ہندو لوگ اسی خیال سے اپنی تصویروں اور مورتوں کی پرستش کرتے ہیں جس طرح ہم کرتے ہیں تب بھی فرق یہ ہے کہ ہم خداوند یسوع مسیح اور اس کے مقدسین کی تصویروں اور ہندو لوگ رام، کرشن اور وشنو کے بتوں کی عزت کرتے ہیں۔“

”اگر پروٹسٹنٹ یہ کہنے کو تیار ہیں کہ خداوند یسوع مسیح اور ہندو

دیوتاؤں میں کوئی فرق نہیں تو ہم مانتے ہیں کہ ہم بھی ان کی طرح بت پرست ہیں" (تفصیلات: "انتظام نجات" مصنفہ ریورنڈ فادر پروڈنٹ مطبوعہ پاکستان ور نیٹلر کاتھولک ٹروٹھ سوسائٹی لاہور ۱۹۵۸ء صفحات ۹۶ تا ۱۰۰)

نورانی ہالہ

کتاب طباعت کے آخری مراحل میں تھی کہ مسیحی ماہنامہ "مکاشفہ" فیصل آباد جون ۱۹۴۳ء (جولائی میں) موصول ہوا۔ اس میں یہ خبر درج تھی۔ شدید افسوس ہے کہ وقت کی کمی کے باعث میں اس خبر کی تصدیق کے لئے کچھ نہ کر سکا۔

"فیصل آباد میں مسیحیوں کے جلوس میں لوگوں نے مذہبی گیت اور زبور گائے۔ جیسے ہی جلوس ڈپٹی کمشنر دفتر کے قریب پہنچا تو کچھ لوگوں نے آسمان پر چمکتی روشنی دیکھی۔ وہ خوشی اور جوش سے چلائے ہیلو یا خدا کی تعریف ہو، یسوع مسیح کی تعریف ہو۔ وہ پولیس جو مسیح کے ساتھ تھی انہوں نے اپنے ہیڈ آفس کو اطلاع دی کہ آسمان پر ایک نشان ظاہر ہوا اور مسیحی عجیب طرح کے نعرے لگا رہے ہیں اور وہ "نورانی ہالہ" فیصل آباد کے بڑے بڑے بازاروں سے گزرتے ہوئے اس وقت ان کے ساتھ رہا جب تک دعا اور برکات کے بعد جلوس منتشر نہ ہوا۔

ہم نے لوگوں کو بار بار بتایا کہ یہ خروج کا وقت ہر قبیلے اور قوم پر آتا ہے جو آوازی کی طرف بڑھے۔ لوگوں نے اس "نورانی ہالہ" کو اسرائیل کے خروج کے وقت راہنمائی کرنے والے آگ کے شعلے کی مانند قرار دیا۔

مریم کا صعود آسمانی کیا یہ الہی عقیدہ ہے؟

تعارفی نوٹ: مریم مقدسہ کا صعود آسمانی رومن کیتھولک مسیحیوں کا مخصوص عظیم عقیدہ ہے۔ پروٹسٹنٹ جریدہ ”واج ٹاور“ نے اس عقیدہ کا معلومات افزا اور بھرپور جائزہ لیا ہے۔ ذیل میں ہم اس مضمون کا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔ محمد اسلم رائے۔

ترجمہ: ”مریم کا صعود آسمانی یعنی یہ عقیدہ کہ مسیح کی ماں مریم بمعہ انسانی جسم آسمانوں کو چڑھ گئی تھی کروڑھا رومن کیتھولک مسیحیوں کے دلوں کی آواز ہے، مورخ جارج ولیم ڈو گلس کے الفاظ میں ”مریم کا صعود یا کنواری مریم کو آسمان پر اٹھایا جانا مدتوں سے اس کی سب سے بڑی عید اور کلیسیائی سال کی ایک عظیم مذہبی رسم ہے۔“

کیتھولک علماء کو تسلیم ہے کہ بائبل میں مریم کا آسمان کو چڑھ جانا مذکور نہیں ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ بہت کم کیتھولک عیسائی محسوس کرتے ہیں کہ یہ محبوب عقیدہ صدیوں سے اختلاف اور زبردست بحث مباحثہ کا موضوع رہا ہے۔ کلیسیا نے مریم کے صعود آسمانی کا عقیدہ کیسے اختیار کیا؟ کیا اسے خدائی الہام ماننے کی کوئی دلیل ہے؟ ان سوالات کے جوابات محض علی نہیں ہیں۔ سچائی سے محبت کرنے والوں کے لئے پر معنی ہیں۔

عقیدہ کا ارتقاء: یہ امر باعث حیرت ہے کہ مسیح کی موت کے بعد کی ابتدائی صدیوں میں مریم کے صعود آسمانی کے نظریہ کا مسیحی تصورات سے کوئی تعلق واسطہ نہیں تھا۔ ایک کیتھولک محقق کے الفاظ میں ”آغاز میں مسیحوں میں مریم کی وفات کے حوالہ سے کوئی تقریب نہیں منائی جاتی۔“

تشکیث کی تعلیم مسیحیت کا باقاعدہ عقیدہ بن جانے کے بعد مریم کا کردار اہمیت اختیار کرنے لگا۔ اسے خدا کی ماں Mother of God، پیدائشی معصوم، شاہ اور ملکہ آسمانی Queen of Heaven پکارا جانے لگا۔ ماہر الہیات گیلو کی رائے ہے کہ ”ابتدائی روایت میں مریم کی وفات سے متعلق خاموشی ان مسیحوں کو اطمینان بخش نہیں تھی۔ جو مریم کو کامل نمونہ دیکھنا اور اسے قلیل احترام حیثیت دینا چاہتے تھے۔ اس طرح مریم کے صعود آسمانی کے تذکرے، جو کہ عوامی تخیلات کی پیداوار تھے، معرض وجود میں آئے۔“

چوتھی صدی مسیحی کے قریب صعود آسمانی کے بیانات اشاعت پذیر ہوئے۔ ان تالیفات میں مریم کے مفروضہ صعود کے خیالی تذکرے مندرج ہوتے تھے۔ مثلاً کتاب بعنوان ”خدا کی مقدس ماں کے سونے“ of God The Falling Asleep of the Holy Mother کو لیجئے۔ اسے مسیح کے شاگرد یوحنا کی تصنیف بتایا گیا ہے۔ جبکہ یہ یوحنا کی موت کے قریباً ۴۰ برس بعد لکھی گئی تھی۔ اس جعلی نوشتہ کی رو سے شاگردان مسیح، مریم کے گرد معجزانہ طور پر اکٹھے ہوئے۔ وہ مریم کو اندھوں، بہروں اور لوگوں کو شفا بخشے دیکھتے۔ آخر میں شاگردوں نے مسیح خداوند کو مریم سے یہ کہتے سنا ”دیکھ اب تیرا قیمتی جسم فردوس میں لے جایا جائے گا اور تیری مقدس روح

آسمانوں کے اندر میرے خدا باپ کے خزانوں میں خیرہ کن روشنی میں ہو گی۔ جہاں سلامتی اور ہمیشہ ہمیش کے لئے مقدس فرشتوں کی مسرت ہو گی۔“

ایسی تحاریر بارے مسیحوں کی طرف سے طرح طرح کا رد عمل دیکھنے میں آیا۔ سلاوہ لوح، سوچے سمجھے بغیر خوبصورت کہانیوں کے جھانے میں آ گئے۔ دوسروں نے ایسے متضاد بیانات سے اظہار نفرت کیا جو اکثر ایک دوسرے کے مخالف اور بغیر کسی سند کے تھے۔ اس طرح صعود کے عقیدہ کو عام مقبولیت حاصل کرنے سے پہلے مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ اس انتشار میں اس حقیقت نے بھی اضافہ کیا کہ بعض مقامات پر مریم کے جسم کے مفروضہ نوادرات پوجے جاتے تھے۔ یہ امر اس عقیدہ سے مطابقت رکھنے میں مشکلات کا باعث تھا کہ مریم کا گوشت پوست والا جسم آسمان پر اٹھایا گیا تھا۔ تیرھویں صدی میں تھامس اکیوئینس اور دیگر علماء کا خیال تھا کہ مریم کے صعود آسمانی کو باقاعدہ مذہبی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ کیونکہ ”کتاب مقدس میں اس کی تعلیم نہیں ہے۔“ اس کے باوجود یہ اعتقاد عوامی مقبولیت حاصل کرتا گیا۔ رافیل، کوریگو، طیفان، کیراکی اور روبنز ایسے مشہور آرٹسٹ مریم کے مفروضہ صعود کو فن پاروں کی شکل دینے لگے۔

یہ مسئلہ زمانہ حال تک متنازعہ رہا۔ بیسویں صدی کے پہلے نصف تک کیتھولک علماء اس عقیدہ پر متفق نہیں تھے۔ کئی پوپ مثلاً لیو تیرہواں، پائیس دسواں اور بینڈکٹ پندرہواں اس بارے خاموشی ہی پسند کرتے تھے۔ کہیں یکم نومبر ۱۹۵۰ء کو کلیسیا نے آخر کار مضبوط موقف اختیار کیا۔ پوپ

پائیس بارہویں نے اعلان کیا ”ہم اسے خدا کی طرف سے الہامی عقیدہ قرار دیتے ہیں کہ جب ہمیشہ کنواری رہنے والی، خدا کی پیدائشی گناہ سے پاک ماں کا زمینی سفر ختم ہو گیا تو وہ جسم روح کے ساتھ آسمان کے جلال میں اٹھالی گئی۔“

اس سے کیتھولک مسیحوں کے ہاں مریم کا آسمان کو بمعہ جسم سفر اختیاری معاملہ نہ رہا۔ اب ان کا مسلمہ عقیدہ تھا۔ پوپ پائیس بارہویں نے اعلان کیا ”جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اگر کوئی اس سے انکار کی جرات کرے یا مشکوک سمجھے تو اسے جاننا چاہئے کہ وہ خدا اور جامع کلیسیا پر ایمان سے محروم ہو گیا ہے۔“

بائبل: سوال یہ ہے کہ مسیحوں نے یہ جرات کس بنیاد پر کی؟ پوپ پائیس بارہویں کا دعویٰ تھا کہ صعود کا عقیدہ ”کتاب مقدس پر مبنی ہے۔“ اس ضمن میں اکثر لوقا ۱: ۲۸، ۳۲ کا حوالہ دیا جاتا ہے ”سلام جس پر فضل ہوا ہے۔ خداوند تیرے ساتھ ہے۔ تو عورتوں میں مبارک ہے۔ تیرے رحم کا پھل مبارک ہے۔“ عقیدہ صعود کے علمبرداروں کا کہنا ہے کہ چونکہ مریم فضل سے معمور تھی اس لئے اس پر موت وارد نہیں ہو سکتی تھی اور اس کے ”رحم کے پھل“ کی طرح ”مبارک“ ہونے سے وہ ”بشمولیت صعود آسمانی، مسیح کے برابر اعزازات کی حقدار تھی۔ بھلا یہ بھی کوئی دلیل ہے؟ پھر زبان کے ماہرین کہتے ہیں کہ ”فضل سے معمور کی اصطلاح“ غلط ترجمہ ہے۔ انجیل لوقا کی یونانی اصطلاح کا صحیح تر ترجمہ ہے ”خدا کی رحمت کا مورد“ کیتھولک یروشلیم بائبل میں ہے ”خوش ہو اتنی زیادہ رحمت کی

مورد" یہ نتیجہ نکلنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ مریم بمعہ جسم آسمان کو اٹھالی گئی تھی کیونکہ وہ خدا کی بہت "چیتی" تھی۔ کیتھولک ڈوئے بائبل کے مطابق پہلا مسیحی شہید سٹفن بھی بہت چیتا یا "فضل سے معمور" تھا۔ لیکن کوئی بھی اس کا جسمانی صعود نہیں مانتا۔ اعمال ۶: ۸

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ مریم فضل یا رحمت کا مورد نہیں تھی۔ خیال رہے کہ اسرائیلیوں میں قاضیوں کے زمانہ میں یاعیل نامی عورت بھی "عورتوں میں مبارک تھی" (قضاۃ ۵: ۲۳- ڈوئے)۔ لیکن کوئی بھی یاعیل کا بمعہ جسم صعود نہیں مانتا۔ اس کے علاوہ مریم کے صعود کا سارا تانا بانا اس تمہید پر مبنی ہے کہ خود مسیح بمعہ جسم آسمان کو اٹھایا گیا تھا۔ پھر بائبل یہ بھی کہتی ہے کہ مسیح زندہ ہوا یا مرکز "روح کے اعتبار سے" جی اٹھا تھا۔ (۱- پطرس ۳: ۱۸ ڈوئے بمقابلہ ۱- کرنٹی ۱۵: ۲۵) پولس رسول مزید کہتا ہے کہ "گوشت اور خون خدا کی بادشاہی کے وارث نہیں ہو سکتے۔" (۱- کرنٹی ۱۵: ۵۰ تا ۵۱) ڈوئے بائبل۔

مریم کا ایمان: اطمینان رکھئے مذکورہ باتوں سے ہمارا مطلب مریم کی بے حرمتی نہیں ہے، یہ امر شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ مریم ایک مثالی خاتون تھی۔ اس کا ایمان قابل تقلید تھا۔ اس نے تمام آزمائشوں اور قربانیوں کے باوجود مسیح کی ماں ہونے کا اعزاز فوراً قبول کیا۔ (لوقا ۱: ۳۸، ۳۹، ۴۰)۔ یوسف (مریم کا منگیترا۔ اسلم) کے ساتھ مل کر اس نے مسیح کی دینی تربیت کی (لوقا ۲: ۵۱، ۵۲)۔ جب مسیح صلیب پر تکلیف میں تھا تو وہ اس کے پاس رہی (یوحنا ۱۹: ۲۵، ۲۷) اور ایک وفادار شاگرد دینی کی طرح وہ فرمانبرداری سے

یروشلم میں رہی اور پینسکووست کے دن خدا کی روح سے بھر جانے کا تجربہ کیا۔ اعمال ۱: ۳۳-۳۴ (آتا ۴) -

منسوخ شدہ عقیدہ مریم اور نہ ہی خدا کی تکریم کا باعث ہے۔ مریم کے صعود کا عقیدہ اس بے بنیاد دعویٰ کو مضبوط کرتا ہے کہ مریم خدا کے حضور شفاعت کنندہ ہے۔ لیکن مسیح اس تعلیم کا ہرگز حامی نہیں تھا۔ بخلاف اس کے اس نے کہا ”راہ حق اور زندگی میں ہوں۔ کوئی میرے وسیلہ کے بغیر باپ کے پاس نہیں آتا۔ جو کچھ تم میرے نام سے چاہو گے میں کروں گا“ (یوحنا ۱۴: ۶-۱۳)۔ ہاں، مریم نہیں، صرف مسیح، خالق کے حضور سفارش کر سکتا ہے۔ ہم ”بوقت ضرورت“ مسیح نہ کہ مریم کے ذریعے اپنی زندگی دینے والے تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔ عبرانیوں ۴: ۱۴ ریوایزڈ سٹینڈرڈ ورژن کیتھولک ایڈیشن۔

مریم سے متعلق حقیقت کا اعتراف بعضوں کے لئے تکلیف دہ ہو سکتا ہے۔ اس کا کم از کم نتیجہ قدیم اعتقالات اور عزیز نظریات کو ترک کرنا ہے تاہم اگرچہ کبھی برا لگے سچائی بلاخر (انسان کو آزاد کرتی ہے) (یوحنا ۸: ۳۲)۔ مسیح نے کہا کہ خدا باپ کو ایسے لوگوں کی تلاش ہے جو اس کی ”روح اور سچائی سے پرستش کریں“ (یوحنا ۴: ۲۴ ڈوئے)۔ مخلص کیتھولک مسیحوں کے لئے یہ الفاظ ایک چیلنج کی حیثیت رکھتے ہیں۔

کیا مریم نے وفات پائی تھی؟

کیا مریم نے اپنے مفروضہ صعود آسمانی سے پہلے سچ سچ وفات پائی بھی

تھی؟ یہ سوال کیتھولک علماء کے لئے پریشان کن ہے۔ ایک محقق کی رائے میں مریم کو موت سے آزاد سمجھنا مشکل ہے۔ یہ اعزاز تو مسیح کو بھی حاصل نہیں تھا۔ (مسیحی عقیدہ ہے کہ مسیح تین دن قبر میں رہ کر جی اٹھا تھا اور پھر آسمان کو اٹھایا گیا تھا۔ اسلم) دوسری طرف مریم کی وفات کا نظریہ اتنی ہی مشکلات کا باعث ہے۔ ایک بزرگ کی رائے میں ”موروٹی گناہ کی سزا موت ہے۔“ جو (معصومیت کے عقیدہ کی رو سے) مریم پر اثر انداز نہ ہوئی۔ پھر اس کی موت کس بنیاد پر ممکن تھی؟ اس میں ہجرت کی کوئی بات نہیں ہے کہ صعود کا عقیدہ وضع کرتے وقت پوپ پائیس بارہویں نے مریم کی موت کے مکمل مسئلہ کو چھو آ تک نہیں تھا۔

خوش قسمتی سے بائبل کی تعلیم ایسی پیچیدگی سے پاک ہے۔ اس میں کہیں بھی یہ لکھا یا اشارہ تک نہیں ہے کہ مریم پیدائش کے وقت گناہوں سے پاک تھی؟ بلکہ اس سے ظاہر ہے کہ مریم کفارہ کی حاجت مند، نامکمل انسان تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مسیح کی پیدائش کے بعد وہ بیکل گئی اور خدا کے حضور خطا کی قربانی نذر کی (اجبار ۱۲: ۱-۸، لوقا ۲: ۲۲ تا ۲۳)۔ دوسرے تمام نامکمل انسانوں کی طرح اخیر میں مریم وفات پا گئی تھی۔ رومیوں ۳: ۲۳، ۶:

۲۳۔ ”ترجمہ ختم 15-2-94 (Watch tower)“

جو شخص پاکستان کو صوبوں، علاقوں، وحدتوں، قوموں، قومیتوں، زبانوں، ثقافتی، نسلوں، رنگوں، تہذیبوں میں بانٹتا ہے وہ مسلمانوں کا دشمن ہے ہندوؤں کا ایجنٹ ہے۔

پروٹسٹنٹوں کی بت پرستی

پروٹسٹنٹ فرقہ کے عیسائی رومن کیتھولکوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ انہیں بت پرستی میں سر تا پا ڈوبے ہوئے کہتے ہیں، حالانکہ یہ لوگ بھی کیتھولکوں سے کچھ زیادہ کمتر بت پرست نہیں ہیں۔ فرق صاف یہ ہے کہ پروٹسٹنٹ مسیح کے بت بنا کر اور مسیح کے بتوں کی طرف معجزات اور بیماریوں سے شفا یابیاں منسوب کر کے دل پشوری کرتے ہیں۔ دلچسپی اور معلومات کی خاطر چند مثالیں حاضر ہیں:

”یسوع مسیح اب انڈونیشیا میں

جکارتہ (اف پ) ایک اطلاع کے مطابق دنیا کا تیسرا بڑا یسوع مسیح کا مجسمہ انڈونیشیا ایروے اور صوبائی حکومت کیٹ مور کے تعاون سے پورٹیکس کالونی میں تعمیر کیا جائے گا۔ جس کی اونچائی ۸۷ فٹ ہوگی اور اس کا ڈیزائن ڈھنگ انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی کا شعبہ آرٹ دے گا“ (میٹھوڈسٹ مسیحی جریدہ پندرہ روزہ ”شاداب“ لاہور فروری ۱۹۹۳ء)

”یسوع مسیح کا زنانہ بت“

امریکہ، ایک اطلاع کے مطابق امریکہ میں خواتین کے حقوق کی علمبردار خواتین نے نیویارک کے ایک گرجا گھر کے صحن میں یسوع مسیح کا

ایک مجسمہ نصب کرایا ہے۔ جس کے تمام جسمانی خدوخال اور خطوط ایک خوبصورت جوان عمر عورت سے مشابہ ہیں۔

ان خواتین رہنماؤں کا کہنا ہے کہ یسوع مسیح کی آمد ثانی عورت کے روپ میں ہوگی" (شاداب جون ۹۰ء)

دنیا کا نور

عیسائی دنیا کا واحد بشارتی جریدہ ماہنامہ "کلام حق" گوجرانوالہ بابت نومبر ۸۸ء رقمطراز ہے:

"جب مسلمانوں نے مسیحی دارالسلطنت قسطنطنیہ کو جس کا موجودہ نام استنبول ہے، فتح کیا تو وہاں کے عالیشان گرجا سینٹ صوفیہ کو مسجد بنا دیا گیا اور زمین سے ایک سو اسی فٹ اونچی جگہ پر جہاں صلیب نصب تھی، ہلال کا نشان قائم کر دیا گیا۔ مسلمان فاتحین نے گرجا کی عمارت میں مسیح کے تمام نشانات مٹائے۔ اس کے اندر قرآنی آیات لکھی گئیں۔ اسلامی منبر کھڑا کر دیا گیا اور ایک طاق قبلہ رو بنائی گئی تاکہ نماز کے وقت اس جانب نمازی منہ پھیر سکیں۔ گرجا کے مشرقی کونہ میں رنگ برنگ قیمتی شیشوں اور چمکدار پتھروں کے نقش و نگار سے منجی عالمین خداوند مسیح کی شبیہ مبارک بنی تھی۔ جس میں آپ اپنے ہاتھوں کو پھیلا کر تمام دنیا کو برکت دے رہے تھے۔ ترکوں نے تصویر پر نیل بوٹے بنا کر اس کو چھپا دیا۔ امتداد زمانہ سے وہ نیل بوٹے مٹ گئے اور اب منجی عالمین کی مبارک شبیہ دھندلی طور پر نظر آنے لگی ہے اور آپ مسجد سے اپنے ہاتھ پھیلا کر تمام دنیا کو برکت دے رہے ہیں۔

تھوڑا عرصہ ہوا جب اسی مسجد کے شاہی دروازہ کو صاف کیا گیا تو خداوند مسیح کی ایک اور تصویر پچی کاری اور جڑاؤ کلام کی نکلی۔ اس تصویر میں ہمارے خداوند ایک مرصع تخت پر بیٹھے ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں ایک کتاب ہے جس پر لکھا ہے

”السلام علیکم۔ دنیا کا نور میں ہوں۔“

خون دوا بن گیا

”کلام حق“ بابت ستمبر ۸۸ء میں یہ خبر بصد افتخار شائع کی گئی تھی!

”ریوڈی جیزو (برازیل) کے ایک گاؤں کے چرچ میں تین سو سالہ پرانے خداوند یسوع مسیح کے زخموں سے اصلی خون بہہ نکلا۔ بہتا ہوا خون دوا بن گیا۔ مفلوج لوگ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے لگے۔ اندھے بینائی پا گئے۔ منشیات کے عادی جو موت اور زندگی کی کشمکش سے دوچار تھے نشے کی لعنت سے نجات پا گئے۔ مجسمے کو کھولا گیا تو خون کے کوئی اثرات نہ پائے گئے۔ لیبارٹریوں، پولیس اور حکام اعلیٰ نے تحقیقات کے بعد تصدیق کر دی۔“

خدا کے آنسو بہتے ہیں

شبیبیں نظر آنے اور ’مسیح‘ مریم یا مقدسین کے مجسموں کی آنکھوں سے آنسو اور زخموں سے خون بہنے کی خبریں (بت پرست مذاہب کا خاصہ ہیں) اچنبھا یا کوئی نئی بات نہیں ہیں۔ مسیحی ممالک سے اس قسم کی خبریں پڑھنے سننے میں آتی رہتی ہیں۔

ہندو بھارت کے ٹی وی پروگرام دیکھنے والے پاکستانی بچے بھی بھگوان

(کے بتوں) کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ کرنے والے آنسوؤں سے شناسا ہیں۔
 آئیں اب چشم تصور سے خود خدا کی آنکھوں سے بننے والے آنسوؤں
 کا نظارہ کریں۔

مروجہ مسیحی عقائد کی رو سے مسیح خدا تھا، عین خدا اور بالکل ٹھیک
 خالق کائنات خدا تھا۔ روز قیامت کو تخت عدالت پر بھی وہی جلوہ افروز ہو
 گا۔

راخ الاعتقاد مسیحیت کے واحد علمبردار ماہنامہ ”کلام حق“ بابت جنوری
 ۱۹۲۲ء میں ڈھالی صفحات پر بسیط مضمون میں وضاحت ہے کہ قیامت کے دن
 مسیحیوں کی سیہ کاریوں اور بد اعمالیوں کی رپورٹ چیف سپریم جسٹس یعنی
 المسیح خداوند کے حضور اس جلالی سپریم عدلیہ کی میز پر رکھی جائے گی۔ جسے
 پڑھتے ہی مسیح خداوند غضبناک ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ غصے اور غضب
 سے آپ کی آنکھوں سے شعلے سے تڑپ اٹھیں گے..... اور..... فرمائیں
 گے ”مجھے تیرے غیر مسیحانہ کردار پر بے حد افسوس رہے گا اور میں اس
 وقت ایک عادل منصف ہونے کے ناتے سے تیرا پورا پورا انصاف کروں گا
 اور خداوند نے اپنا سر جھکا لیا اور میری اور آپ کی اس موجودہ زمانے میں
 بے حسی، بے رخی، سرد مہری اور مسیحیت سے بیگانگی پر آپ کے پھوٹ
 پھوٹ کر آنسو بننے لگے۔“

ان سطور میں خدا کا بابت پرستانہ تصور بیان ہوا ہے۔ خدا مادی جسم رکھتا
 ہے۔ بیٹھتا ہے اس کے آگے میز پڑی ہے۔ غضبناک ہو کر اٹھ کھڑا ہوتا
 ہے۔ مادی آنکھیں ہیں جن سے شعلے تڑپ اٹھتے ہیں، اس کی گردن بھی ہے

جو شرم و ندامت اور پریشانی سے جھکا لیتا ہے۔ جذبات بھی انسانی رکھتا ہے۔ شدت جذبات سے مغلوب ہو کر انسانوں کی طرح زار و قطار روتا ہے، آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں!

صاحبو! دنیا میں اگر بت پرستی نام کی کوئی شے ہے تو پھر یہی ہے! یہی ہے!! یہی ہے!!!

جس کی آنکھیں ہوں پڑھ لے! جس کے کان ہوں سن لے! جس کی ذہنی صلاحیتیں قائم ہوں غور و فکر کر لے!..... ابھی وقت ہے!

ہندو ذہنیت

”ماوی دنیا کی ساخت کچھ ایسی ہے کہ مطلب برار نہ بننے والے کی زندگی ناکامیوں کے مرقع کے سوا کچھ نہ ہو گی۔ انسانی معاشرہ تو خیر اونچی شے ہے۔ حیوانات، پرندوں اور درندوں ایسی گھٹیا مخلوقات بھی اپنے کھانے، سونے، گھر بنانے اور دفاع کے معاملات میں عیاری کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ انسانی معاشرہ میں کیا قومی، کیا انفرادی ہر سطح پر مقابلہ کی دوڑ لگی ہوئی ہے اور کامیابی کے حصول کی تک و دو میں مکمل انسانی سماج مجسم مصلحت پرست بن چکا ہے۔“ (The Laws of Nature by His Divine Grace)

A.C.Bhaktivendanta Swami Parbhupada:1991,P.59)

اصل اصطلاح Diplomacy استعمال کی گئی ہے۔

ان الفاظ کے مصنف نے ۸۱ برس کی عمر پائی۔ ۵۰ سے زائد کتابیں لکھیں جو دنیا کی ۵۰ سے زیادہ زبانوں میں ترجمہ کی گئیں۔ آب و گل کی اس دنیا کے چھ براعظموں میں ہندومت پر ۱۳ مرتبہ تبلیغی لیکچر دیئے۔

وال سنگھم --- انگلستان کی متنازعہ زیارت گاہ

وال سنگھم انگلستان میں واقع علاقہ نارنوک کا ایک خوشنما گاؤں ہے۔ سالانہ ایک لاکھ زائرین وہاں ”ہماری خاتون“ کے تبرکات کی زیارت کرنے جاتے ہیں۔ ایک درگاہ کے متولی رومن کیتھولک ہیں۔ دوسری کو کلیسائے انگلستان نامی پروٹسٹنٹ فرقہ چلاتا ہے۔ اس امر نے متنازعہ صورت حال کو جنم دیا ہے۔

کلیسائے انگلستان کے ایک مذہبی رہنما کا کہنا ہے کہ حالیہ برسوں میں ”وال سنگھم کی قومی زیارت گاہ نے تکلیف وہ صورت اختیار کر لی ہے۔ زائرین کے جلوس پر..... غصیلے آوازے کسے جاتے ہیں..... مخالفین کا مجمع روز افزوں اور منظم ہوتا ہے۔“

کلیسائے انگلستان کی درگاہ کے معترضین کہتے ہیں کہ ”جہاں عیسائیت کے نام پر جو کچھ ہو رہا ہے وہ بت پرستی سے ہرگز کم نہیں ہے حق کی اہانت ہے۔ خدا کی نظر میں نفرت انگیز ہے۔ ہمارے پروٹسٹنٹ ورثہ کی زبردست توہین ہے۔“

انگلستان میں ایسا مذہبی جوش و خروش شاذ ہی دیکھنے میں آتا ہے۔ وال سنگھم میں ایسے شدید جذبات کا مظاہرہ کیوں ہوتا ہے؟ اس سوال کا جواب پائے کے لئے دونو آستانوں کا تاریخی مطالعہ ضروری ہے۔

پروٹسٹنٹ بمقابلہ کیتھولک

سولہویں صدی کی تحریک اصلاح کلیسیا سے پہلے انگلستان رومن کیتھولک تھا۔ یہاں کئی زیارت گاہیں تھیں۔ قدیم ترین میں سے ایک وال سکھم میں تھی۔ ملک بھر میں کنواری مریم کی یہ سب سے بڑی درگاہ تھی۔ ۱۰۶۱ء میں جب جاکیر کی مالکہ نے گاؤں میں ایک مکان تعمیر کیا تو اس کی بنیاد پڑی۔ روایت کی رو سے مکان کے نقشہ کی تفصیلات ایک کشف میں بتائی گئی تھیں۔ توہم پرست سمجھتے تھے کہ یہ مکان ناصرۃ کے اس گھر کی ہو ہو نقل تھی جس میں مسیح کی ماں مریم رہا کرتی تھی۔ قرون وسطیٰ میں مریم کی یہ زیارت گاہ بین الاقوامی اہمیت اور ہر دلعزیزی اختیار کر گئی۔

کیا شاہ، کیا گدا سبھی گروہ در گروہ وال سکھم پہنچتے۔ باعث کشش کیا تھا؟ مریم کی لکڑی کی مورتی نے شیر خوار مسیح کو گھٹنوں پر بٹھایا ہوتا تھا۔ معافی نامے اور اولیاء کے تبرکات خوب فروخت ہوتے۔ بیماریوں سے شفا بھی سننے میں آتی۔ زائرین وال سکھم کا ”معجزہ“ بھی ملاحظہ کرتے۔ ایک شیشی بارے مشہور تھا کہ اس میں مریم کے جے ہوئے دودھ کے چند قطرے تھے۔ بعض کی رائے میں وہ مادہ چاک یا سفید سیسہ تھا۔ بائبل کے مشہور عالم ایراسم کے نزدیک بھی اس تبرک کی صداقت مشکوک تھی۔ کچھ لوگوں کی رائے میں انڈے کی سفیدی میں پسا ہوا چاک لگتا تھا۔

ایراسم ایسا ممتاز مصلح وال سکھم کی زیارت کے لئے کیوں گیا تھا؟ بظاہر اسے اپنی منت پوری کرنی مطلوب تھی۔ کیتھولک انسائیکلو پیڈیا میں لکھا

ہے کہ اگرچہ اس نے درگاہ کو تفصیلاً بیان کیا ”مجموعی طور پر اس کا بیان طنزیہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ درگاہ کے تقدس کا قائل نہیں تھا۔“ ایک معروف مورخ کے نزدیک اس امر کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ ”وہ خود کنواری مریم کا پجاری تھا یا اس کے آستانہ کی زیارتوں کی تاثیر کا معتقد تھا“

تحریک اصلاح کلیسیا کے دوران جب کلیسیائے انگلستان نیا نیا قائم ہوا تو اس نے رومن کیتھولک مذہب کو خیرباد کہہ دیا۔ اس زیارت گاہ کو جسے ”وال سنگھم کی چرچل“ پکارا جاتا تھا ۱۵۳۸ء میں نئے فرقہ کے سربراہ انگلستان کے بادشاہ ہنری ہشتم کے حکم سے تباہ کر دیا گیا اور وہ جگہ فروخت کر دی گئی۔ مجسمہ جو نفرت سے بھرپور بت پرستی کا نشان بن گیا تھا ۱۶۰ کلو میٹر دور لندن میں لیجا کر سرعام جلا دیا گیا۔

پروٹسٹنٹوں کی کیتھولک نقالی

تاہم اس صدی کے شروع میں کلیسیائے انگلستان نے ”وال سنگھم کی ہماری خاتون“ کو پروٹسٹنٹ زیارت گاہ کی حیثیت سے بحال کر دیا۔ ۱۹۲۱ء میں وال سنگھم کے مقامی گرجا میں اصل مجسمہ کی ہوہو نقل آداب و رسوم کے ساتھ رکھ دی گئی۔ ایک سال بعد جدید دور کے زائرین جانے شروع ہو گئے۔ آستانہ کی ہر دلعزیزی میں اضافہ کے ساتھ ساتھ کچھ شرکاء کلیسیا کی اراضی بھی بڑھی ہے۔ ہر سال مئی کے مہینہ میں جب تیس منٹ کے بلوس کے ساتھ مورتی کو گلیوں میں پھرایا جاتا ہے تو وہ لوگ بت پرستی کے

خلاف شد۔ اسے احتجاج کرتے ہیں۔
 کسٹو لکوں نے ۱۹۳۳ء میں وال سنگھم میں ”ہماری خاتون کی قومی زیارت گاہ“ قائم کی۔ اس زیارت گاہ میں اصل ماں اور بچے کی مورتی کی نقل بنائی گئی ہے۔ اسے پرانی عبادت گاہ میں نصب کیا گیا ہے۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں راجپوتوں کی زیارت گاہ کو ننگے پاؤں جانے کے لئے جوتے لگاتے تھے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ معترضین کا نشانہ صرف کلیسیائے انگلستان کی زیارت گاہ ہے۔ ان کی رائے میں یہ ’مریم پرستی کی ترقی اور کلیسیائے پروٹسٹنٹ ورثہ سے ترک تعلق کا اظہار ہے۔

لیکن کیا احتجاج کرنے والوں کی زبردست مخالفت کی کوئی اور وجہ بھی ہے؟ بہتوں کے ہاں اس کا جواب اثبات میں ہے۔ اب زیادہ اعتراض کلیسیائے انگلستان کے ان افراد جن میں اکثریت پادریوں کی ہے، پر ہوتا ہے جو مذہب چند برس سے وال سنگھم میں اپنا سالانہ جلسہ منعقد کرتے ہیں۔ ایک باقاعدہ زائر کی رائے میں ”یہ دیا بھر میں جنس مخالف سے بدکاری کا ایک بہت بڑا اڈہ ہے۔“

صاف ظاہر ہے کہ ایسی جگہ جہاں شدید بت پرستی اور زبردست ہم جنسیت کا دور رہا ہو، اسے عیسائیوں کو دور ہی رہنا چاہئے۔ اول کرنتھی ۶: ۹، ۱۰، ۱۳، اول یوحنا ۲: ۱ (ایک ۵، ۱۲)۔

بائبل میں قدیم بت پرستیاں

”یہودیوں اور فی الحقیقت تمام نسل انسانی سے متعلق یہودیوں کے ابتدائی بیانات جیسا کہ یہودی کتب مقدسہ میں مذکور ہیں قطعی ناقابل اعتبار ہیں۔ ان میں سے اکثر و بیشتر بے سروپا روایات ہیں۔ بہت سی روایات کی اصل کا کھوج بھی لگایا جاسکتا ہے“ (William A. Leonard : 1904, P.16)

(The New Story of the Bible by

”پادری ڈبلیو این بیسنٹ کہتے ہیں ”یہودی کتب مقدسہ کی بہت سی اصطلاحات اور رسوم کی اصل الہامی مذہب میں نہیں تھی۔ وہ اس کے دائرہ سے باہر تھیں یا اس کی ابتدا سے پیشتر کی تھیں۔“ بائبل بھی تو یہی کچھ کہتی ہے: ”یعقوب کے گھرانے کے لوگ اہل مشرق کی رسوم سے پر ہیں“ (یسعیاہ ۶: ۲۵) تمام قدیم تہذیبیں یا کم از کم وہ جن کے بارے میں ہم کچھ نہ کچھ جانتے ہیں، دنیا کے اس حصہ میں مرتکز تھیں، وہ اپنی جنگجویی میں زیادہ محتاط تھیں۔ لیکن میرے خیال میں یہ ایک حقیقت ہے کہ ان میں سے کوئی

بھی ایسی بلا اشتعال خباثتوں کی مرتکب نہیں ہوتی تھی جو کہ یہودی مؤرخین اپنے ہم وطنوں سے منسوب کرتے ہیں۔ ان تمام پرانی اقوام کے اپنے اپنے دیوتا تھے ایسے ہی اسرائیلیوں کے بھی دیوتا تھے لیکن اسرائیلی دیتا کا ٹائٹل اس کے ماننے والوں کے کردار کا عکاس ہے موسیٰ کے گیت میں ہے ”خداوند صاحب جنگ ہے“ یہوواہ اس کا نام ہے“ (خروج ۱۵: ۳)۔ جنگ اسرائیلیوں کے لئے مسرت انگیز تھی“ (صفحہ ۱۷)

غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کی تعلیمات میں بھی یہوداہ کی عبادت کرنے کا طریقہ مذکور نہیں ہے۔ وہ بت پرستی، دوسرے دیوتاؤں اور بتوں کو قربانیاں پیش کرنے، کی مذمت تو کرتے ہیں لیکن اس کا متبادل نہیں بتاتے۔

میری رائے میں ان حکموں کا اصل مخرج دریافت کیا جا سکتا ہے۔ مصریوں کے ہاں موت کے بعد متوفی دوسری دنیا کے منصف، اوسرس دیوتا کے حضور حاضر ہوتا۔ بخشش کے حصول سے پہلے اسے قسم اٹھانی پڑتی کہ: ”اس نے کسی کو رلایا نہیں تھا۔“

وہ کسی کے بارے میں خبر نہیں لایا ہے

اس نے چوری نہیں کی تھی

وہ جھوٹ نہیں بولتا تھا

وہ یاد خداوندی سے غافل نہیں رہا تھا“

پسکی سپرس سے ثابت ہے کہ ماں باپ کی عزت کرنے کا حکم موسیٰ سے ۲۵۰۰ برس پیشتر مصر میں مروج تھا۔ مصریوں نے انسان پر تین فرائض

عائد کئے تھے کہ وہ خدا سے محبت کرے، نیکی سے محبت کرے اور ساتھیوں سے محبت کرے۔ وہ خدا کو ”واحد حقیقی زندہ خدا“ مانتے تھے۔ ”مردوں کی کتاب“ موسیٰ کے وقتوں سے ہزاروں برس پہلے موجود تھی، جب ہم دیکھتے ہیں کہ مصر کے خیالات نے قدیم دنیا کو بہت متاثر کیا تھا، پھر ہم نوٹ کرتے ہیں کہ یہودیوں نے مصریوں سے تعلقات قائم کرنے کی مسلسل مساعی کیں، سلیمان نے اس ملک سے ایک بیوی بھی لی تو ہم پر دوسرے ذرائع منکشف ہوں گے جن سے مصری افکار نے یہودی لٹریچر پر اثر ڈالا تھا“ (صفحہ ۲۱)

”ہم ابراہیم کی طرح یعقوب کی کہانی میں بھی غیر ملکی مذہبی رسوم دیکھتے ہیں۔ ڈاکٹر پامر کے الفاظ میں ”یعقوب نے قدیم بابلی مذہب یا اپنے آباؤ اجداد کا باطل عقیدہ چھوڑ نہیں دیا تھا۔ اس نے کئی معتقدات اور رواجات اپنا رکھے تھے“ جس عبرانی لفظ ”سلم“ کا ترجمہ سیڑھی کیا گیا ہے اس کا مطلب مینار بابل یا اونچا پہاڑ یا مندر تھا۔ لوگوں کے خیال میں وہاں ان کا دیوتا رہتا تھا۔ درحقیقت ڈاکٹر پامر کی رائے ہے ”اس وقت خدا کا کوئی اور گھر تھا ہی نہیں جب یعقوب گھر سے نکلا تو اسحاق نے اسے خدا کا جو نام ایل شیدوائی، دیگر برکت دی تھی وہ اسیریا کا دیوتا ال شیدے تھا یا پہاڑ دیوتا یا مینار دیوتا“ (صفحہ ۲۳)

المذہب :۔ بابل میں یعقوب بارے لکھا ہے ”اور خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ ایک سیڑھی زمین پر کھڑی ہے“ (پیدائش ۲۸: ۲) ”پادری جے ایف سمٹھ پیدائش ب ۳۸، گنتی ب ۳۱، کتاب آستر وغیرہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں ”بابل میں نوشتے بلکہ کتابوں کی کتابیں مذہب اور

اخلاق کے موجودہ معیار سے کمتر ہیں“ اور یہ ماننا کہ کامل نیک اور الحق ان تحاریر اور کتابوں کا ملہم اور مصنف تھا ہمارے اچھائی اور نیکی کے عظیم الشان تصورات کے خلاف بلکہ صحیح تر الفاظ میں کفر والحاد ہے۔“

”جو لوگ بائبل کو خدا کا لفظی کلام قرار دیتے ہیں کیا وہ ان لوگوں کو ملامت کرنے کو تیار ہیں جنہیں ہشتم نہیں دیا گیا ہے؟ (مرقس ۱۶: ۱۶) کیا وہ مانیں گے کہ پطرس کو زمین اور آسمان پر باندھنے اور کھولنے کا اختیار تھا؟ (متی ۱۹: ۱۶) کیا یہ کوئی ماننے کی بات ہے کہ ایک بے انصاف قاضی کی طرح خدا کو ستا ستا کر ہماری دعائیں ماننے پر مجبور کیا جاسکتا ہے؟ (لوقا ۱۸)۔ کیا غلامی کو عملی ضابطہ کے طور پر حق بجانب قرار نہیں دیا گیا ہے؟ (پیدائش ۱۲: ۱۷، خروج ۲: ۷، قضاۃ ۲۵: ۳۳-۳۶، دوم سلاطین ۱: ۳، اول ٹموتھی ۱۶ وغیرہ) کیا ہم لموئیل بادشاہ کی نصیحت پر عمل پیرا ہوں اور شراب کا کپ پی کر اپنے غم غلط کریں؟ (امثال ۳۱: ۶، ۷) ان سب حقائق کے باوجود بائبل جو کہ راسخ الاعتقاد نظریہ کے مطابق ساری کی ساری الہامی ہے، ان سب کی اجازت دیتی ہے۔“

New Story of the Bible By William A. Leonard: 1904, P.6)

(The

”سینٹ پال پیرش سانگھڑ میں پہاڑی پر نصب مقدسہ مریم کا قد آدم خوبصورت مجسمہ اپنے عقیدت مندوں کو پر شفقت نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔“

”مسز یوسف نے مقدسہ مریم کو دوپٹہ اوڑھایا اور مسز زینت خادم نے مقدسہ مریم کے سر پر چاندی کا تاج رکھا“ (ماہنامہ ”مکاشفہ“ فیصل آباد جون ۱۹۹۳ء)

عیسائیت باطنی بت پرست مذہب ہے

باطنی مذاہب بارے لکھا ہے ”وہ افراد کو اپنی طرف کھینچتے تھے۔ ان میں کشش تھی جس نے بعد میں لوگوں کو عیسائیت کی طرف کھینچا۔ جسے ابتدائی دور میں ایک باطنی مذہب ہی سمجھا جاتا تھا“ (1982, P.359, Col.1)

(The Pelican History of the world by J.M.Roberts:

باطنی مذاہب: یونانی دنیا میں عیسائیت سے پہلے ”مام لوگ ایک ایسے دیوتا کی موجودگی کی پر جوش یقین دہانی چاہتے تھے جو ابدی شریعت کے تصوراتی اصولوں کی بجائے ان کی ذاتی تکالیف میں دلچسپی رکھے۔ وہ اس دنیا میں اچھی زندگی کو بہت مشکوک سمجھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اس دنیا کی خامیوں اور نا انصافیوں کی اگلی دنیا میں ضرور تلافی کی جائے گی۔ ایسے میں وہ متحرا ازم یا آئسوس اور اوسرس دیوتاؤں کی پوجا ایسے مشرقی باطنی مذاہب کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ان میں سے اکثر مذاہب میں عشاء ربانی کی کوئی نہ کوئی شکل موجود تھی۔ جس کے ذریعہ سے معتقد کا دیوتا سے براہ راست تعلق ہوتا تھا۔ اکثر مذاہب ایک نجات دہندہ دیوتا پر ایمان رکھتے تھے جو نسل انسانی کو اپنی موت سے بچاتا تھا۔ سبھی مذاہب اگلی دنیا کی اہمیت پر زور دیتے تھے جس میں لوگ زمین پر کئے گئے اعمال کی بنا پر انعام یا سزا پاتے تھے

By Joseph R.Stayer, Dana C.Munro fifth edition, P.17)

(The Middle Ages, 395-1500

المذاہب: اب تو کسی کو عیسائیت کے یونانی باطنی بت پرست مذہب ہونے میں شک نہیں رہا

ہر باطنی مذہب میں باقاعدہ عبادت سے پہلے تیاری کا عرصہ ہوتا تھا۔

مثلاً آئس دیوتا کے مذہب میں تقریب سے پہلے ۱۱ روزے رکھے جاتے تھے جن میں کھانے، شراب اور فعل جنسی سے پرہیز لازم تھا۔

عبادت سے پہلے گناہوں کا اعتراف متوقع تھا۔ بعض امیدوار ہپسمہ تک اپنی ساری زندگی کے برے کام بتاتے تھے جو کہ عام طور پر عبادت کی تقریب کا حصہ ہوتا تھا۔ عبادت گزاروں کی جماعت اعتراف سنتی تھی۔

اعتقاد تھا کہ ہپسمہ کی رسم امیدوار تمام گناہوں کو دھو ڈالے گی۔ اور اس کے بعد اس کی زندگی میں بہتر تبدیلی آئے گی کیونکہ اس نے نجات دہندہ دیوتا کی عبادت میں اپنا نام درج کرا لیا تھا۔

مذہبی عبادت میں مرنے اور جی اٹھنے کے سوانگ بھرے جاتے تھے۔ اس ضمن میں شاہ دلی سے کام لیا جاتا تھا۔ بعض رسومات میں امیدوار کو دفن یا غار میں بند کر دیتے تھے۔ ہپسمہ آگ یا پانی سے دیتے تھے۔ رسومات عجیب و غریب طریقوں سے ادا کی جاتی تھیں۔ (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا مطبوعہ ۱۹۸۵ء جلد ۲۳ صفحہ ۷۰۵ء کالم ۲)

افلاطون سے اور بھی بہت سی چیزیں لی گئیں جن میں موسیقی، روحوں کی ہجرت، ان کا آسمانی ابتدا کو یاد رکھنا اور راستبازوں کو انعام اور بدکاروں کی سزا شامل ہیں۔ افلاطون نے انہیں بہت خوبصورتی سے بیان کیا تھا۔ بعد کی باطنی سوسائٹیوں نے ان تصورات کو اختیار کر لیا۔ وہ افلاطون کی وضاحتوں سے شدید متاثر تھیں (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا مطبوعہ ۱۹۸۵ء جلد ۲۳ صفحہ ۷۰۳ء کالم ۲)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عیسائیوں کی بت پرستی

از قلم

محقق مسیحیت، محمد اسلم رانا گولڈ میڈلسٹ

اسلامی مشن سنت نگر لاہور

ہواؤں، مبالغوں اور نوسطوں کی سرپرستی، افریقہ و
 دیگر ممالک میں اسلامی لشکر اور قرآن پاک کی تبلیغ،
 باطل مذاہب و نظریات کی تردید اور تبلیغی لٹریچر اور
 تالیفات و کتب کی طباعت و اشاعت کے ضمن میں
 اسلامی مشن کا ماضی تباہکار اور قتل فخر ہے۔ اس کا رخنہ
 کو آگے بڑھانے میں مقہور بھروسہ لیجئے۔

اسلامی مشن کو دیئے گئے سہولیات انکم ٹیکس
 مستثنیٰ ہیں۔

اسلامی مشن سنت نگر، لاہور

تبلیغی کتب

نمبر	آیت نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
۱	۱۷ ۱۵	اسلام اور شادی	۲
۲	۱۸ ۷	قرآن مجید اور انجیل جدید	۲
۳	۱۹ ۷	شراب اور جوا	۲
۴	۲۰ ۲	اسلام کی سچائی	۲
۵	۲۱ ۳	تبلیغ اسلام	۷
۶	۲۲ ۳	ہندومت	۷
۷	۲۳ ۳	تہذیب و تمدن	۲
۸	۲۴ ۷	رموز تاملود	۳
۹	۲۵ ۲	الجمادی الاسلام	۳
۱۰	۲۶ ۲	زیر تعالیٰ کا آخری پیام	۲
۱۱	۲۷ ۳	Al-Istara	۷
۱۲	۲۸ ۲	عشاقان رسولؐ اور سران ایڈیشن	۷
۱۳	۲۹ ۲	سچا مثل نبیؐ	۳
۱۴	۳۰ ۲	انجیل میں تعظیلات	۳
۱۵	۳۱ ۲	کشتی اسلام	۳
۱۶	۳۲ ۲	حق پرست کے منہ پر عجز	۳

محمد اسلم رانا کے فاضلانہ اور محققانہ قلم سے

نمبر شمار نام کتاب	وقت نمبر شمار نام کتاب	وقت
۱ حضرت مسیح اور کتاب مقدس	۱۶ ۳	حضرت اسماعیل علی الہامی بشارتیں ۴
۲ مسیحی عقائد	۱۷ ۳	۳ اصلیت مسیحیت
۳ بائبل کے متن کی حیثیت	۱۸ ۳	۵ تہذیب نو
۴ حبیب خدا	۱۹ ۳	۳ کیا بائبل کلام الہی ہے
۵ چند مسیحی غلط فہمیوں کا ازالہ	۲۰ ۳	۳ بھارت میں مسلمانوں کا قتل عام
۶ مسیحی یا مسلمان	۲۱ ۴	۳ بائبل میں مسیح کے نسب نامے
۷ قرآن سے بائبل کی تصدیق	۲۲ ۳	۳ عالمگیر مذہب عیسائیت یا پولویت
۸ حقیقت قصص بائبل	۲۳ ۵	۵ سازش کا پردہ چاک ہوتا ہے
۹ عصمت انبیاء	۲۴ ۵	۴ اقلیتیں مقدس امانت ہیں
۱۰ زیور کا حیران کن انکشاف	۲۵ ۵	۳ انجیل نویسوں کی بے خبری
۱۱ بائبل میں رد و بدل (حصہ اول)	۲۶ ۵	۱۲ تشکیل فی التوحید
۱۲ بائبل میں رد و بدل (حصہ دوم)	۲۷ ۵	۱۵ قرآن کریم لازوال معجزہ ہے
۱۳ تعارف بائبل ختم شد	۲۸ -	۲۸ قدیم بت پرستیوں کا مسیحی
۱۴ اسلام اور سابقہ مقدس	۳ مجموعہ کرمس	ختم
۱۵ الوہیت مسیح اور تشکیل	۲۹ ۳	۱۰ بھارتی مسلمانوں پر لرزہ خیز مظالم
۳۰ عیسائیوں کی بت پرستی	۱۵	
۳۱ قصہ گستاخ رسول کی سزا کا	۲	

اسلامی مشن سنت نگر لاہور